

٥٠١٢ ~~٥٠١٢~~

فصل

١

سنة الطليار

نیچر نے انسان میں علم کا بیج بویا ہے مگر پھل
لانیکی واسطے وہ محنت کش اور رزی کا محتاج ہے

فضیلت

معلم
نالی

یا
معلم الطلبا
جس کو

خاک سار سراج الدین متولی سپرنٹنڈنٹ
پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ آفس ریاست سر مور
واڈ پیر سر مور گنٹ ناہن نے
تیار کر کے

سر مور پرنٹ پریس ناہن میں چھاپا گیا

جملہ حقوق محفوظ

TO
His Highness
The Honorable Maharajah
Sir SHAMSHER PRAKASH Bahadur
G. C. S. I.
Prince of Sirmoor

The Eminent & Accomplished Statesman

AND

*Leader of all the advancing
Civilization of Northern India*

This humble and worthless work

IS DEDICATED

As a token of Esteem, Admiration,

GRATEFULNESS, AND LOYALTY

BY

His Faithful and Devout Servant

SIRAJUDDIN

Mutwalli.

وہاں چلے گئے

سال ردان کے وسط کے قریب اتفاق سے میرے ہاتھ میں ایک انگریزی

کتاب ہوٹو اگل ان سٹڈی ("How to excel in study.")

نام آگئی۔ میں نے اُس کو دیکھنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ فاضل مولف کتاب نے

یورپ کے مشہور علمی ممالک اور امریکہ کے علماء و فضلاء کے اُن اقوال کو جو مضمون مطالعہ

اور تعلیم کی سب قسم کی ضروریات کی نسبت لکھے ہیں نہایت محنت اور جان

فشانی کے ساتھ جمع کر کے اُن کو مناسب مقامات پر بیان کیا ہے اور اُن پر

اپنی رائے بڑے شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے۔

جون جون میں کتاب کو پڑھتا جاتا تھا۔ کتاب کی خوبی مجھے یہ خیال دلاتی جاتی

تھی کہ ہمارے ملک کے طالب علموں اور اہل انگلستان میں صرف وہی فرق

نہیں ہے جو ایک غریب اور امیر طالب علم میں ہوتا ہے۔ بلکہ اُن کے پاس

اور اُن کی زبان میں اس قسم کا بیش بہا علمی سرمایہ ہے جو علمی دنیا میں اُن کے

ممتاز ہونے کا جزو اعظم ہے۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنون را
بلاے صحبت لیلی و فرقت لیلی

یہ خیال گو بہت سے دنوں میں پیدا ہوا ہوا اور ہوتا ہوا مگر کسی اور دل کی

طالب علموں کی زار اور قابل رحم حالت کا تصور میری آنکھوں سے جلتے ہوئے
آنسوؤں کے نکال لانے کے واسطے کچھ کم نہ تھا۔

کتاب میں طالب علموں کے لیے جن امور سے احتیاط اور پرہیز گار التزام اور ان
کی غفلت کی صورت میں جن خوف ناک تلخ مین ابتلا بیان کیا ہے۔ اُس کا لگ
میں اپنی حالت اور واقفیت سے اندازہ کر سکتا ہوں تو طالب علموں کی نازک
حالت کی تصویر اور بھی زیادہ دردناک اور پر آشوب دکھائی دیتی تھی۔

کس قدر قابل رحم ہیں وہ بچے جن کو کم فہم محافظانے باغ سے پھول توڑ لاتے
کے واسطے کہا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ پھولوں کے ساتھ ساتھ کانٹے بھی ہوتے
ہیں اور کس قدر زیادہ قابل رحم ہیں وہ بچے جن کو وہ دوائی پلائی جاوے
جو ایک اندھے پتھاری کی دکان سے لائی گئی تھی اور جس میں ایک روز پیش تر
زہر چھپایا گیا تھا۔

میں کتاب میں ابھی بہت دور نہیں جا چکا تھا جب یہ خیال بڑے زور کے ساتھ
میرے ذہن میں آیا کہ اس کتاب کا ہماری ملک کی زبان میں ترجمہ ہونا چاہیے
کیونکہ ہمیشہ سے میں ہی خیال کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ کوئی ملک اور قوم
ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ علوم اور فنون اُس کی اپنی زبان میں نہ آجاویں
وہاں حالے کہ یہ بھی ویسا ہی صحیح ہے کہ دیے سے دیا جلتا ہے۔

میں اس مختصر دیباچہ میں اپنے کسی خیال کی نسبت کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا
اگر کوئی صاحب میرے اس خیال کے مخالف ہو تو اسے یہ خیال

وایسا ہی رہے گا۔

یہ ایک کیسی صاف بات ہے کہ اہل انگلستان کو ہمارے مقابلے میں معراج ترقی کے آخری درجے پر پہنچنے کے لئے صرف اپنی زبان کی تحصیل کافی اور وافی ہے گو تحقیقاً یا تفریحاً قدیم زبانوں میں سے کوئی زبان اور وہ بھی ہم سے بہت پڑھ لیتے ہیں۔ ہمارے ملک کا ایک طالب علم اپنی زبان میں کمال نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ فارسی اور عربی میں ایک معقول دسترس نہ رکھتا ہو اور علوم سے بالکل محروم اور بے بہرہ رہے گا تا وقتہ کہ انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کی تلاش میں سال ہا سال تک اپنے دماغ کو دیے کی روشنی میں ترسینکتا رہے میرا تو یہی عقیدہ ہے کہ سارا ملک ہمیشہ اپنی ہی قوم کے فاضلوں کا مملکت ہوتا آیا ہے گو وہ فاضل دیگر اقوام کا بار احسان اٹھالیتے ہیں اور اٹھا سکتے ہیں سب میں یہ یارا نہیں ہوتا۔

اس کتاب کی نسبت ترجمہ کا خیال اس سبب سے اور بھی زیادہ وزن دار تھا کہ اس کی ضرورت زیادہ تر متدیون کو ہے اور متدی صرف اپنی ہی زبان میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر ترجمہ کون کرے۔ یہی ایک مشکل امر تھا جس کا حل ہونا دشوار تھا نہ اس سبب سے کہ ملک میں ایسے قابل اشخاص نہیں ہیں بلکہ اس سبب سے کہ وہ سب بہت قیمتی کاموں کے انجام دینے میں مصروف ہیں۔ یہ مشکل کسی کم زور خیال پر شاید بیان تک غالب آجاتی کہ اس کو بالکل نابود کر دیتی۔ مگر اسے شوق کی

قوت کا بہین سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ باوجود علم اپنی ناقابلیت کے مین سے
خود اس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

آسمان بارِ امانت نہ تو انست کشید

قرعہ قال بہ نام مین دیوانہ ز دند

ترجمہ کی نسبت ایک اور بہت ضروری خیال ہے جس کا مترجم لوگ عموماً لیا
نہیں کرتے یعنی ترجمہ کے ساتھ اپنی ضرورتیں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ وہ حصہ جو ہمارے
حالات پر منطبق نہیں ہوتے اُن کا اپنی زبان مین لے آنا محض بے سود اور ملک
کے نقصان کا باعث ہے۔

”خذ ما صغی ودع ما کدیر“

یہ ایک مشہور مثل ہے گو اس کے معنی معاملہ کے ایک اور پہلو کے زیادہ تر محیط مین
مگر ترجمہ کی نسبت بھی ہم اس سے یہ سیکھ سکتے ہیں کہ تمام قسم کے خیالات کے اپنی
زبان مین لے آنے کے واسطے یہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ خیالات انگریزی
زبان مین تھے۔

آنان کہ دم میش گرفتند بد رفتند

ما غرق از انیم کہ بر شتر سواریم

مین نے اس کتاب کے تیار کرنے مین اس امر کا بہت لحاظ کیا ہے اور جس قدر
حصہ متبدیون کے واسطے کار آمد نہ تھے اُن کو چھوڑ دیا ہے۔

پیش تر اس کے کہ مین معترضیناظر کہ کتاب کے ابتدا اوصاف سے بخند کر رہا ہے

الفرصت ہوں اور جب کتاب کے جلد نکالنے کے اشتیاق اور آرزو نے
 دوسری جانب سے اپنا خوش گوار تقاضا شروع کیا تو مجھے ان دو غالب مقابلوں
 کے سامنے اس قدر فرصت بھی نہ ملی کہ جلدی میں اور تھکے ہوئے دماغ سے لکھے
 گئے ترجمہ پر نظر ثانی کر لیتا۔ اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ اگر کتاب میں کچھ فرد
 گذاشین یا مسامحات پائے جائیں گے تو لائق ناظرین ان کو رعایت کی نگاہ
 سے دیکھیں گے۔

ترجمہ میں نے حتی الامکان نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں کیا ہے کہ مبتدیوں
 کو کتاب کے خود پڑھنے اور سمجھنے میں وقت نہ واقع ہو۔ مگر انگریزی اصطلاحات
 اور محاورات کو کچھ تغیر کے ساتھ اردو کا مروجہ لباس پہنا دینے سے میں نے
 احتراز کیا ہے اور ان کا ترجمہ بجنسہ کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والوں کو
 اس سے کچھ بے لطفی اٹھانی پڑے مگر جو لوگ اس روش کو اردو زبان کی ترقی
 اور وسعت کا باعث خیال کرتے ہیں وہ ضرور اس قسم کی شکایات کے رفع
 کر دینے میں سعی فرمائیں گے۔

خاتمہ پر میں اپنے معزز ناظرین سے یہ کہنیا چاہتا ہوں کہ کتاب کے پڑھنے میں
 اگر کہیں دل چسپ واقعات کے بعد کچھ سست یا چیدہ الفاظ آجائیں تو انہیں
 آئندہ مضامین کا نمونہ خیال کر کے کتاب ہاتھ سے نہ رکھ دیں۔ ایک بار مضامین
 کو عبور کر جانے کے بعد مکرر سے مکرر پڑھنے اور غور کرنے والے کتاب سے زیادہ
 خطا اور فائدہ اٹھائیں گے اور کتاب کے آخری ابواب خصوصاً اس قابل ہیں

اب سے صرف یہ لٹا باقی ہے کہ المیر کی کتاب لے مفید ہوئے گا
بعض قدردان اور معقول پسند اشخاص سے واجبی طور پر ثبوت مل گیا تو میں
اُس کو من حیث الوجہ مکمل اور اخلاقی مضامین سے مملو کر کے دوسری بار
پھر چھپوا دوں گا۔ فقط۔

خاک سار
سراج الدین متولی۔

ناہن
۲۰۔ دسمبر ۱۸۸۸ء

باب اول

تمہید

ابتداء کے کتاب۔ اپنی اولاد کے لئے مناسب پیشوں کا انتخاب کرنا ماں باپ کا فرض ہے۔ طبعی میلان کی حکایت بچپن کی طبیعت مطالعہ کی عادت
اسرائیل صاحب۔ میکائیل بنگلو صاحب۔ پلینی بنگر صاحب۔ والٹر صاحب
کیٹو صاحب۔ ڈاکٹر جانسن۔ جفاکشی۔ طلباء کی مشکلات سرٹریٹ

ولیری۔ اپنی اصلاح آپ۔ علم و عقل

اس کتاب سے ہر ایک شخص عام طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن خصوصیت
کے ساتھ وہی شایقین مستفید ہو سکیں گے جو کسی خاص مقصد کے حاصل
کرنے کے درپے ہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی پیشے والے بعض غریب ہوتے ہیں اور بعض

اسودہ حال۔ مثال کے واسطے ہم قانون پیشہ اسحاق کو سب لوگ سے ہیں ان کی
 کسی تو ایسے ہو گئے جو مفلس ہیں۔ دروازے پر قرض خواہ کھڑے ہیں۔ مکان کرا
 پر لے رکھا ہے اور آسانی سے کرایہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔ برخلاف اسکے ایسے بھی
 نظر آئینگے جن کی مالی شان عمارتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ لاکھ روپے
 بینک میں جمع ہے۔ ایک درجن نوکر ہیں۔ اصطبل کے چاروں برآمدوں میں خوش
 گھوڑے قطاروں میں بندھے ہیں۔ کہیں ٹم ٹم ہے کہیں فٹس ہے۔ غرض دنیا
 میں جس قدر عیش و آرام کے سامان ہیں سب ہتیا ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کیون پہلے کی نسبت دوسرے
 کو زیادہ کام پائی ہوئی؟ یہ سوال ایسا نہیں کہ بدون کامل تحقیقات کے چھوڑ
 دیا جائے۔ معزز ناظرین! تمھاری اور نیز آنے والی نسلوں کی تنگ دستی اور
 خوش حالی ان دونوں وکیلوں کی طرح اسی سوال کے حل ہونے پر مبنی ہے۔
 اس کی وجہ یہی ہے کہ مان باپ نے ان کے واسطے پیشوں کا انتخاب کرنے
 وقت اس امر کا بالکل خیال نہیں کیا کہ ان کی طبائع کن کن پیشوں سے مناسبت
 مانہ رکھتی ہیں۔ صورت عمدہ نظائر کوہ نظر رکھ کر قانونی جماعت میں داخل کر دیا۔
 وہ فارغ التحصیل ہو کر اپنے پیشے میں مصروف ہوئے تو ایک کی طبیعت اس
 پیشے کے فرائض بخوبی ادا کرنے کے لائق ثابت نہ ہوئی اور دوسرا خوش قسمتی سے
 اسکے قابل نکل آیا۔ مقام غور ہے کہ ابتدا میں اس ایک ادنیٰ فروگزاشت نے
 کیسے کیسے افسوس ناک نتائج پیدا کیے۔

اپنی اولاد کے لیے مناسب پیشوں کا انتخاب کرنا ان باپ کا فرض ہے

میں

ملاحظہ رکھا جائے ذیل میں طبعی سیلان کی ایک حکایت بیان کی جاتی ہے جو
اس تھہر شاہ برطانیہ کے ایک پُرانے فسانے میں رائج ہے۔

حکایت۔ ایک دفعہ کسی گڈریے نے اس بادشاہ کے پاس آکر درخواست
کی کہ میرے بیٹے کو نائٹ (مغزز فوجی عہدہ ہے) بنایا جائے۔ بادشاہ نے
جواب دیا کہ تم نے اپنے منصب سے بہت بڑھ کر درخواست کی ہے مگر کیا یہ خواست
تم اپنی طرف سے کرتے ہو یا اپنے بیٹے کی خواہش سے۔ گڈریے نے عرض
کیا حضور! یہ میرے بیٹے کی خواہش ہے۔ میرے تیرہ بیٹے ہیں جو میری راک
کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ مگر یہ ایک نرالی طبیعت کا ہے جو نہ تو میرے لیے اور
نہ میری بی بی کے لیے اور نہ اپنے ہی واسطے محنت کرتا گوارا کرتا ہے بلکہ ہمیشہ
نشانہ بازی اور تیر اندازی میں مصروف رہتا ہے۔ جنگ اور افواج کے دیکھنے
خوش ہوتا ہے اور ہمیشہ اپنے نائٹ بننے کی خواہش پورا کرنے کے لیے مجھے ستاتا
اس پر شاہ نے تمام لڑکوں کے حاضر کرنے کے لیے حکم دیا چنانچہ حسب فرمان
شاہی سب حاضر کیے گئے۔ اُن سب کی صورتیں غریب باپ کے مشابہ تھیں
مگر یہی ایک اُن سب سے شکل و شبہت میں مختلف تھا۔ بادشاہ نے اس معائنہ
کے بعد اُسے نائٹ کے عہدے پر ممتاز کر دیا۔

ایڈیٹر ڈی اسپرل صاحب فرماتے ہیں کہ مختصر حکایت طبعی سیلان کا ایک
نماہنی نمونہ ہے بارہ بیٹے اپنے غریب باپ کی سی طبیعت رکھتے تھے مگر کنبہ میں یہ
ایک مخالف طبیعت کا نکل آیا جس نے سب کا ناک میں دم کر دیا۔ یہ عام محنت و

آیا کرتے تھے۔

یہ قول ایک مرعوم فاضل کے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسانوں کی طبائع ایسی ہی مختلف ہوتی ہیں جیسی اُن کی فسمتیں۔ بعض کو ہیرے کی طرح جلا کر کے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ صاف اور چمکیلا بنا دینے کی ضرورت ہے اور بعض موتیوں کی طرح اول ہی اپنی طبعی آب و تاب کے ساتھ نکلتے ہیں۔

اگر والدین سے پوچھا جائے تو یہی کہیں گے کہ ہمارا بیٹا تمام ملک کے بیٹوں سے نرالا اور ہونہار ہے اور کیوں اُس کام کو نہ کر لے گا جو کسی اور نے کر لیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ جب پیشہ کے انتخاب کا مناسب وقت آجائے تو ایک منصف اور محقق کی مال اندیش نگاہ کے موافق اُس کے لیے مناسب پیشے کا انتخاب کرو۔ یہ آپ کا عین فرض ہے جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے لائق نہیں۔

مطالعہ کی عادت زندگی کے خاتمے تک ساتھ رہتی ہے اور یہی ایک رہنما ہے جو تحصیل علم کے شائقین کو اپنے ہمراہیوں سے پیش قدمی میں سبقت کی فضیلت سے ممتاز کرتی ہے۔ تاجر کا دل دولت جمع کرنے کا اس لیے از حد شتاق ہوتا ہے کہ دنیا کی راہ سے سہولت کے ساتھ گزر کر منزل مقصود تک پہنچ جائے مگر ایک طالب علم کی حالت اس کے خلاف ہے۔ اُس کا کام ہی اُس کی راحت ہے وہ ہمیشہ خوشی کے ساتھ اپنے نازک خیال دل اور تصور کے وسیع میدان کو طے کرتا ہوا چلا جاتا ہے زندگی کا کوئی وقت اُس کے علمی شوق کو کم نہیں کر سکتا اُس کی زندگی ایک روز افزوں رہتی ہے۔

پہلے بن جائیں

مطالعہ کی عادت

تحصیل میں مصروف ہے۔ ہر ایک پاکیزہ خیال میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہم اُسے ایک اور بالاتر خیال کی جست و جوی میں مشغول پاتے ہیں۔

تحصیل علم کے شوق اور ذہنی ترقی کے متعلق اسرائیل صاحب کی مثال اس موقع پر سب سے پہلے بالخصوص ذکر کرنے کے لائق ہے جو اُس زمانے میں پیدا ہوئی جب لوگ علمی ترقی کی طرف کم متوجہ تھے شخص پورٹ ڈائٹل سوسائٹی کا ایک مشہور لیڈر تھا اور جس قدر اپنے پُر جوش مطالعہ کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے واسطے مشہور تھا اُسی قدر اپنے ایام مطالعہ کے استداد میں بھی معروف تھا پورٹ ڈائٹل سوسائٹی کے ٹوٹ جانے کے بعد اُس نے اپنے ایک دوست نیوکلس صاحب سے ایک نئی کتاب کی تصنیف میں مدد چاہی اُس نے جواب میں لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور تصنیف و تالیف کے قابل نہیں رہا۔ کیا اب مجھے باقی زندگی آرام سے نہیں گزارنی چاہیے آرتل صاحب نے جو ایک فقرہ اُس کے جواب میں لکھا وہ اس لائق ہے کہ آپ زور سے لکھا جائے کہ ”آرام! کیا ہماری دوسری روحانی زندگی آرام کے لیے نہیں ہے؟ الغرض اس عالی ہمت فاضل نے بیاسی برس کی عمر تک اپنے پر زور قلم کے جوش کو کم نہ ہونے دیا۔

میکائیل اینگلو صاحب نے اپنی آخری عمر تک اپنی موجد طبیعت کے ایجادی وصف کو عمر کی کے ساتھ نباہا۔ مشہور ہے کہ اُس نے ایک تصویر کھینچی تھی جس میں ایک بوڑھا آدمی گاڑی میں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے اور اُس کے سمت مقابلہ گاڑی میں ایک اُمینہ ہے جس میں یہ فقرہ درج ہے ”میں ابھی تک طالب علم ہوں“

اسرائیل صاحب

میکائیل اینگلو صاحب

مسٹر چلپی

والٹر صاحب

کنو صاحب

ڈاکٹر جانسن

ڈاکٹر ٹمپل

مسٹر چلپی بیان کرتا ہے کہ یقینی صاحب اپنی ایک کتاب میں
جواب لکھو یا گیا ہے حسب ذیل رقم فرماتے ہیں "رومن ہسٹری کی تصنیف سے
جو غرت اور شہرت مجھے حاصل ہوئی اُس کے بعد میں نہیں چاہتا تھا کہ سلسلہ
تصنیف کو جاری رکھوں بلکہ یہ خواہش تھی کہ آخری حصہ عمر کا آرام سے بسر کیا جا
سکے مگر کیا کروں میرا بے صبر اور کاہلی سے نفرت کرنے والا دل سوائے علمی مشغلوں کے
مجھے ایک دم نہیں گزرا نہ دیتا۔

والٹر صاحب کی نسبت جس نے انگریزی زبان کی موزونیت کی نگین تصویف
کھینچ کر دکھائی ہیں یہ معلوم ہوا ہے کہ بیاسی برس کی عمر تک اُس کی شاعرانہ
طبیعت کی حرارت کم نہ ہوئی تھی۔

کنو صاحب نے بیاسی سال کی عمر میں یونانی زبان سیکھنا بے محل خیال
نہیں کیا تھا۔

ڈاکٹر جانسن نے اپنے مرنے سے چند سال پیش تر مچ زبان کی تحصیل شروع
کی تھی۔

انسان صداقت کے ساتھ ذہنی زندگی کی خوشیوں اور خوبیوں کو بیاں
کر سکتا ہے لیکن اسی زندگی جفاکشی کے بغیر حاصل ہونی محال ہے۔

ڈاکٹر ٹمپل صاحب کہتے ہیں کہ جفا فعال خاص نتائج پیدا کرتے ہیں اُن
میں تو بے فی صدی جفاکشی پر مبنی ہوں گے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے

ادنیٰ کام کوئی شخص پورا نہیں کر سکتا جب تک اُس میں جفاکشی اختیار نہ کرے
کسی شے کا طالب صادق اور کے حصول کا کہ شہرہ دار میرا بیٹا جان

نہایت دیدیے سے درگزر نہیں کرتا اور لوہی آدمی واقعی طور پر زندگی کے کسی
 طریق میں بغیر جان کا ہیوں اور خیالی موثر گائیوں کے عمل میں لانے کے کام نہ
 نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں باتوں کے سوا کسی کام کا تعریف کے ساتھ انجام
 پانا نہایت مشکل ہے۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں کہ محنتوں کا بدل ہو سکے مگر
 استقلال کے ساتھ کام کی موافقت میں نقصان اور تکلیف کا متحمل ہوتا۔

طلباء کی مشکلات کے مضمون اور اس رائے کی نسبت جو معقول پسند لوگ
 اس پر قائم کریں گے ہم سٹرٹھمٹن صاحب کی دل چسپ تصنیف (دی ہی
 اسٹلچوٹل لائف) سے اقتباس کر کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

”معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایک خاص قسم کی ذہنی رسائی یا دماغی روشنی
 کے ساتھ دنیا میں آئے ہیں اس کا ناقابل مزاحمت نفس حیوانی ان کو انٹ
 لک چوٹل لائف کی طرف کھینچتا ہے جیسے آبی جانور اپنی آبی زندگی بسر
 کرنے کی طرف طبعاً اُل نظر آتے ہیں مگر حیوانات مطلق اس بارے میں انسان
 پر ایک قسم کی فوقیت رکھتے ہیں کہ جس قدر ان کی ضروریات اور اغراض سادہ
 ہوتی ہیں اسی قدر وہ انکو زیادہ مکمل صورت میں حاصل کرتے ہیں۔ ایک
 جنگلی بطخ کی زندگی پورے طور پر اپنی عقل حیوانی کے مطابق ہوتی ہے لیکن
 ایک دانشمند انسان کی زندگی تمام امور میں کامل طور پر اس کے نفس حیوانی
 کے مطابق انجام نہیں پاتی۔ عموماً اعلیٰ درجے کے اشخاص کے حالات زندگی
 جن سے ہم واقف ہیں بڑی پیچیدہ اور مختلف قسم کی رنج و مزاحمتوں سے معمور
 نظر آتی ہیں جب ہم غور سے اپنے ممتاز ہم عصروں کے حالات زندگی

طلباء کی مشکلات

یہ کہنا کچھ بے جا نہیں کہ اگر ایک آدمی ایسی حالت میں ہو کہ اُس کی تمام خواہشیں
 آسانی کے ساتھ بلا تکلف پوری ہو جائیں تو اُسے آپ ہی اس آسائش اور سہولت
 میں ایک ایسی کیفیت معلوم ہوگی جو اسکی دماغی ترقی کے مخالف ہوگی۔ پس
 حالات کتنی ہی ہماری موافقت یا مخالفت کیوں نہ کریں یہ انٹلکچوئل لائف
 یا تو ہماری مخالفت ہوگی یا معاون۔ ہماری انٹیلیکچوئل لائف *Intellectual Life*
 بے سر کرنے میں ایسے اسباب داخل نہیں ہیں جو صنعت و حرفت وغیرہ کے
 متعلق ہیں اور عام طور پر اعلیٰ درجے کے سمجھے جاتے ہیں بلکہ اپنی زندگی کو ایسی
 صورتوں اور حالتوں میں جبراً لے آتا ہے جن سے ہم ذہنی ترقی کے متعلق کچھ
 حاصل کر سکیں۔ ذہنی ضرورتیں بے شمار ہیں۔ اگر ایک شخص نے اپنی زندگی میں
 اعلیٰ درجے کی ذہنی تہذیب حاصل کی ہے تو اس امر کا دریافت کرنا فضول ہو گا
 کہ اسے کیونکر اور کہاں سے حاصل کی ہے ایک ذہین طبیعت کا ماخذ وہی جگہ
 ہوتی ہے جہاں اُسے رہنے کا اتفاق ہوتا ہے اُس کے معلم تمام وہ انسان۔
 پودے۔ زہیں۔ کتابیں۔ پتھر۔ حیوان اور دیگر اشیا ہوتی ہیں جو اُس کے گرد و
 پیش رہتی ہیں۔

کسی دانشمند کو بڑھاپے کے وقت کبھی یشکایت نہیں ہوتی کہ اُس نے زندگی میں
 فرصت کا وقت کم ملا ہے بلکہ وہ عمدہ عمدہ مواقع کے فائدہ نہ اٹھانے کے سبب
 ہمیشہ متاسف نظر آتے ہیں۔

سید ابوبکر عیسیٰ

اس خلاصہ کے بعد سید ابوبکر عیسیٰ نے لکھا کہ

اور سر پر پیدا کر کے وہ اس کے سر پر رہیں تو کہیں جو انہوں کو دیکھ لیں
کے طالب علموں کے سامنے کارن کلاکی ترسیم ہونے کے موقع پر پڑھی تھی
میں تم کو پوری صداقت سے جرأت کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری
کامیابی تمہاری عظمت تمہاری راحت کا انحصار تقدیری توہمات پر نہیں ہے
بلکہ وہ بالکل تمہارے قبضہ اور اختیار میں ہے گو سرسری نگاہ سے دیکھنے والے
ایسا نہیں خیال کرتے۔ تمہارے سامنے جدوجہد کا ایک وسیع میدان ہے
عام اس سے کہ تمہارا کیا مقصود ہے اور تم کس امر کے دریغ ہو تمہاری تیا
اور کامیابی کے فراخ راستے ہر طرف کو سیدھے تمہارے پیش نظر ہے ہیں
اور صداقت کا بحر ناپید کنار تمہارے سامنے موج زن ہے

نیوٹن نے اپنی مشہور و معروف زندگی کے خاتمہ پر یہ کہا تھا کہ میں نہیں
جانتا۔ دنیا میری نسبت کیا خیال کرے گی مگر اپنے آپ میں اُس نادان بچے
کی طرح ہوں جو ایک بحر ناپید کنار کے ساحل پر کھیل رہا ہے اور جس کو بعض
وقت ایک ناخوشانگ رنرہ یا معمول سے زیادہ صاف سیپ کا ٹکڑا مل
جاتا ہے اور رانی کا بے پایاں اور عمیق سمندر میری آنکھوں سے پوشیدہ
ہے ہر ایک ترقی نے جو علوم میں ہوئی ہے اپنی تاثیرات کو تمام اطراف و
انکافِ عالم میں پھیلا یا ہے۔ اُس نے اُس اشارے کے دیکھنے میں دور بین کا
کام دیا ہے جو پیش تر ہماری نظروں سے پوشیدہ یا نامکمل اور دھندلی دکھائی
دیتی تھیں اور اُسی نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ انسانی عقل نسبتاً محدود اور
ناقص ہے۔

راستے تمھاری تمام جانب لھلھے ہیں اور یہ تمھارے اختیار میں ہے کہ ان کو طے
 کر کے منزل مقصود کو پہنچو۔ میں ایک ایسے شخص کا بیٹا ہوں جو اپنا روزیہ
 ادنیٰ قسم کی محنت اور مزدوری سے حاصل کرتا تھا مگر میری سرگرمی اور جفاکشی
 نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ میں اپنے اقبال مند بادشاہ کی عنایت سے
 ایک عظیم الشان کام کے سرانجام دینے یعنی ملکی انتظام کے لئے طلب کیا
 گیا ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میرا ظن غالب نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر تم میں
 سے کوئی شخص کسی ایک کام یا پیشہ کو پسند کر کے اُس میں ممتاز بننا چاہے
 اور نہ ٹھکنے والی سرگرمی کے ساتھ ہمیشہ اپنے ارادہ کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف
 رہے اور صحت اور طاقت تمھارا ساتھ نہ چھوڑے تو تم ضرور کامیاب ہو گے
 اگر وہ چیز بھی جسے ذہن رسا کہتے ہیں تمھیں نہ دی گئی ہو تو تمھارے دوسرے
 قوائے جو مستواتر مشق اور حفاظت سے ترقی پذیر ہو سکتے ہیں ایسے ہیں کہ
 تمھاری ذہنی کمی کو پورا کر سکیں اور تمھارے سامنے اُن یقینی کامیابی کی
 چمکتی ہوئی صورتوں کو پیدا کر دیں جن کو ذہن تربیت کی امداد کے سوا کبھی
 پیدا نہ کر سکتا یہ ممکن ہے کہ مختلف انسانوں کی اصلی طبائع اور معدنی کانوں
 کے خواص میں تفاوت ہو اور بلاشبہ ہے لیکن تمام معمولی حالتوں میں کافی
 کاروبار کی عملی کامیابی سب سے زیادہ احتیاط۔ ہوشیاری۔ محنت اور ان
 کلوں کی تکمیل پر منحصر ہے جو اُن پر لگائی جائیں۔

مشکلات کا مجبور کرنا شرط ہے۔ مشکلات ہمارے لیے سیر کم ہیں
 جو ہمارے اصلی محافظ اور مقنن نے جو ہم کو ہماری نسبت زیادہ جانتا
 پیار کرتا ہے اپنے شاہانہ حکم سے ہم پر مقرر کیے ہیں۔ جو شخص ہمارے ساتھ کشتی
 کرتا ہے ہمارے اعضا کو مضبوط کرتا ہے اور ہمارے ہنر میں ترقی کا باعث ہے
 ہمارا مخالفت فی الواقع ہمارا معاون ہوتا ہے اسی طرح مشکلات کے ساتھ
 ہمارا دوستانہ مقابلہ ہیں اپنے مدعا پر پورے طور سے واقفیت حاصل کرنے
 کے لیے مجبور کرتا ہے اور اس کے تمام مدارج عمدگی کے ساتھ ہمارے
 ذہن نشیں کرتا ہے وہ ہمیں خیالی باریک بینی سکھاتا ہے ہمارے سب سے
 پہلے فیلسوف دوست اڈمنڈ برک کا ایک قول یاد رکھنے کے لائق ہے
 کہ ہم مشکلات سے دوستانہ مقابلہ کرو اور کبھی دل شکستہ ہو کر یہ خیال نہ کرو کہ
 راستہ میں شیر ہے، بلکہ اسپر کا سیاہی حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لو تب
 مسلسل کام یابی تمہاری طبیعت میں ہر طرح پر فتیابی کے وسائل پیدا کرتی
 جائیگی جس سے آنے والی مشکلات پر سہولت کے ساتھ تم کام یابی حاصل
 کر لو گے۔

وقت کی باقاعدہ پابندی عمل میں لاؤ اور اسے بھی اپنی دیگر قوائے
 کی طرح ایک پیش ہوا جائیہ تصور کرو کیوں کہ اس کے ہر ایک لمحہ کا مناسب
 استعمال کرنا فائدہ عظیم بخشا ہے۔

سیرایہ مطلب نہیں کہ تم اپنے آپ کو لگاتار محنت میں کھودو اور تفریح طبع
 کے مشاغل کو چھوڑ دو بلکہ تفریح کا لطف کام یابی حاصل کرنے والی محنت کا

اگر تم اپنے قوا کو بیش بہا عطیہ ایزدی خیال کرو اور انہیں مسلسل اور
 غیر محدود ترقی کرنے کے قابل سمجھو اور یہ بات بھی مان لو کہ جس طرح جسمانی
 قوت اور چستی کے طلسمی کرتب پورے کیے جاتے ہیں اسی طرح دل کی
 اعلیٰ تقویٰوں کے واسطے قابلیت حاصل کی جاسکتی ہے تو تمہارا جوانی میں
 سب سے پہلا فرض یہ ہو گا کہ اپنی عادات اور ولوں پر قابو حاصل کرو جس سے
 اس قیمتی حصہ کی مناسب اصلاح ہو جائے۔

بعض شخصوں کی تعلیم میں جو ترقی کے مشتاق ہوتے ہیں بڑی روک اس
 سبب سے پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ یونیورسٹی کی تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔
 تاہم ان کے واسطے سلف کلچر (یعنی خود آموزی) کا فری مدرسہ ہر وقت
 کھلا ہے۔ سلف کلچر صرف خواب ہی نہیں بلکہ ایک ممکن امر ہے اور ہماری فطرت
 میں اس کا بیج بویا گیا ہے انسانی طبائع کو دو ایسی طاقتیں عطا کی گئی ہیں
 جو سلف کلچر کو ممکن بناتی ہیں۔ یعنی خود جوئی اور خود سازی۔

ابتداء ہم میں یہ قابلیت ہے کہ دل کو اسکی اپنی کیفیت پر متوجہ کریں۔
 حالات ماضیہ سے یاد دلائیں اسکی موجودہ حالتوں کو دیکھیں اور اس کے
 مختلف جوہروں اور قابلیتوں کا اندازہ کریں کہ وہ کیا کر سکتا ہے کس کس
 صفع پر کام آسکتا ہے اور کون سی خوشی اور رنج کو برداشت کر سکنے کے
 قابل ہے۔ یہاں تک کہ بتدریج ہم سمجھنے لگیں کہ ہماری فطرت کیا چیز ہے اور

خود سازی اور آزادی کی ایک اور طاقت موجود ہے جس قدر کہ یہ نعمت
 عظیم الشان ہے اُسی قدر زیادہ نازک اور خطرناک ہے۔ کیوں کہ انسانی
 جواب دہی کی بنیاد اسی پر ہے۔ ہم میں صرف یہی طاقت نہیں کہ ہم اپنی
 طاقتوں کی جست و جو کریں بلکہ یہ کہ اُن کی رہ نمائی کریں۔ انکو سدھاریں اور
 انکو سیدھے راستے پر چلنے کے لیے مجبور کریں۔ نہ صرف یہ کہ اپنی نفسانی
 خواہشوں کی نگہداشت کریں بلکہ اُن کو قابو میں لائیں۔ نہ صرف اپنی قوا
 کو بڑھتے ہوئے دیکھیں بلکہ ان کے زیادہ تر ترقی کرنے کے اسباب اور آٹا
 کو تلاش کریں۔

ڈاکٹر کنگ صاحب کا قول ہے کہ اُن تمام جدید معلومات میں سے
 جو انسان کو حاصل کرنی چاہیں سب سے زیادہ نازک خود سازی کی طاقت
 ہے جو اُس کی ذات میں موجود ہے۔ اور وہ اُس کی وسعت کو اتنا کم خیال میں
 لاتے ہیں جتنا کہ ایک وحشی اپنے دل کی اس طاقت کے اثر کو محسوس کرتا ہے
 جو اُس کو عالم اجسام کے تفحص کے لیے بخشنی گئی ہے۔

یہ طاقت ہماری اُن تمام طاقتوں سے مرتبہ میں زیادہ ہے جو ہمیں خارجی
 طور پر نیچر سے حاصل ہیں اسکو ہماری تمام ان طاقتوں پر جو خارجی عالم سے
 متعلق ہیں سبقت حاصل ہے۔ باوجود اسکے بھی ہم اُس کی تاثیرات کو بہت
 کم محسوس کرتے ہیں معلوم نہیں کہ بہت انسانوں میں کیوں نہ کر یہ خوابیدہ حالت

نہ اسکی تلاش ہو سکتی ہے اور نہ اسکی ضرورت ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہی
 ازماں مکان ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ ہر ایک آدمی اپنی حوائج اور ضروریات
 کے لئے اپنے فہم و ادراک کو ترقی دے نہیں تو یہ اُس بنجر زمین کے مانند ہے
 جس میں صرف گھاس اور خاردار جھاڑیاں ہیں۔ اور وہ دل سے بے شمار
 غلطیوں میں ڈوب جائیگا جو بالکل فربس و فساد ہے اور بلا اصلاح چھو
 دیا گیا ہے۔

کالہج صاحب اپنے رسالہ میں یوں تحریر کرتا ہے کہ "افسوس کس قدر
 شالیں اُن نوجوانوں کی ہماری یادداشت میں موجود ہیں جو بڑی آرزو
 اور مصارف کثیرہ کے ساتھ مدرسوں میں پڑھائی گئی ہیں۔ معلموں سے
 تعلیم دلائی گئی ہیں۔ واعظوں سے پند و نصیحت کرائی گئی ہیں۔ غرض ہر طرح
 انکو تربیت کی گئی مگر انھوں نے علمی طاقت اور جہارت کے گولی بارود کے
 جالانہ تمنعہ کے سوا کوئی علمی ڈگری حاصل نہ کی۔ وہ جلال نہیں رکھتے جسے ملکہ
 روغن کا زہ سے چمکانے لگتے ہیں۔ یہ تمام اس قاعدہ کی طرف کم توجہی کا باعث ہے
 جسکی نیچر ہمیں خود تعلیم دے رہی ہے اور حق یقین ہے کہ جس طرح اس عالم
 اسباب میں صورتیں از خود پیدا ہوتی ہیں اسی طرح سچا اور بدیہ علم از خود پیدا
 ہوتا ہے تاکہ تربیت کیا جاسکے۔ اُس کو قائم رکھ سکیں۔ ترقی کرنے کے قابل ہو
 اور محو نہ کیا جاسکے۔

ہوئی چاہئے۔ جیسی وہ اختیار جو ان اور میں میں ہے

فاضل پر تھیننے والوں کی نسبت لکھتے ہیں اپنے ایک دوست

کو یہ تحریر کیا کہ "میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن اسی حالت میں
یہ بھی نہ بھول جانا کہ دل کی عظمت خیالات کی باریکی۔ قدردانی۔ و نیوی تجربہ
اطوار کی خوبی۔ کام میں ہوشیاری اور خستی۔ صداقت۔ دیانت رضا جوئی کی
محبت۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی ان سب صفات سے منصف ہو اور
پھر باہر ہمارے عالم ہو۔"

باب دوم

تحصیل علم

قواعد واسطے ترقی علم کے۔ ایک عمدہ فیصلہ۔ انسانی ضعیف طبائع۔
 چھوٹے چھوٹے مطالب۔ روشن لیاقتیں۔ حقیقی دانش مند۔ کثرت مطالعہ
 جدید معلومات۔ محض ظاہری صورتیں۔ روزمرہ نظر ثانی۔ مغرور طبع۔
 ناسوافت۔ وہمی مزاج۔ خوف ناک بہبود گیس۔ زہد و تقویٰ۔ فخر و ہانت۔
 روحانی روشنی۔ ہمارے خیالات کے متعلق ہدایتیں۔ اصلی مطالعہ مختلف
 خیالات۔ الفاظ و اشیا۔ انجام کا لحاظ۔ اور لوگوں کی رائیں۔ طرفدارسی یا
 تعصبات۔ عین الیقین۔ سرگرم عجلت۔ تعلیم میں ناامیدی۔
 ذیل میں ذہنی ترقی کے لیے ڈاکٹر وائس صاحب کے مرتب کیے
 ہوئے قواعد درج کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ گویہ قواعد خصوصاً ان
 لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہیں جنکی قسمت اور مقام ہی علمی ترقی کی تقاضی
 ہے تاہم ہر ایک شخص جسے کچھ بھی موقع حاصل ہے۔ ان سے فائدہ
 اٹھا سکتا ہے۔

قواعد

(۱) صحیح فیصلوں کے عظیم فوائد اور درست دلائل پیدا کرنے کے قیمتی
 اور بیش بہا منفعاتوں کے حصوں پر دل کو مستحکم کرو۔ زندگی میں اپنی ہی

بد کرداریوں کی سائیں یاد کر کے رہو۔ آپ ہی میں غور و میں سے سوچو
 اگر تم نے اپنی ابتدائی عمر سے اشخاص اوقات اور اشیاء کی نسبت درست رائے
 لگانے میں واجب تکلیف اٹھائی ہوتی تو کس قدر نادانیوں اور غموں سے
 اور کس قدر تکلیفات اور آفات سے محفوظ رہتے۔ یہ تم کو تازہ دم سرگرمی کے
 ساتھ قوت مناظرہ کے ترقی دینے اور اس غرض کے لیے کوئی موقع اور وقت
 ہاتھ سے نہ دینے کے لیے بیدار اور ہوشیار کر دے گا۔

(۷) بالعموم انسانی نیچر کی کمزوریوں۔ بے ثباتیوں اور غلطیوں پر نظر کرو جو
 روح کو جسم حیوانی کے ساتھ مربوط کرنے سے پیدا ہوتی ہیں اور جس سے
 روح کو جہت ہی قباحتوں کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ علاوہ اسکے اُن اضافی
 بے ثباتیوں۔ کمزوری اور غلطیوں کو دیکھو جو ہمارے اصلی ترک دین اور حالت
 معصومی سے گر جانے کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ دیکھو کہ ہماری قوت
 مدد کہ ابھی تک کس قدر تاریکی میں ہے۔ کم زور ہے اور ہماری نفسانی
 خواہشوں اور نہ مغلوب ہونے والے جذبات سے دبی ہوئی ہے بہت سی
 صداقتوں کے عمق اور شکلات اور جھوٹ کی خوشنما صورتوں کو دیکھو جن سے
 کہ مختلف طرح کے بے شمار خطرات ہماری اشیاء کے فیصلوں کی نسبت پیدا
 ہوتے ہیں۔ اور اُن مصنفوں کی تصنیفات کو غور سے پڑھو جن میں بدگمانی
 پاسدار می سوزن ظن پر بلا تحقیق فیصلہ کے اصولوں پر بحث کی گئی ہے۔ تاکہ
 تمہاری روح تمام جوانب سے خبردار ہو جائے اور حتی الامکان اُن تکالیف
 سے محفوظ رہے جو انکی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ایسے چند قواعد کا علم پابند رہنا چاہیے جنکے ذریعے سے تم اپنی جہالتوں اور غلطیوں سے آگاہی حاصل کرتے رہو اور اپنے دل پر اپنے مکمل علم کے ناقص اور سبب ہونے کے دردناک خیال کا گہرا نقش کر دو اس لیے کہ ہمیں محنت اور جہاں نشانی کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کی تحریک ہو۔ یاد رکھو کہ اگر تم اپنے آپ کو فاسد تحصیل سمجھ کر اپنی خام اور برے نام تخصیلات پر نازاں ہونے لگتے ہو تو اس سے تم اپنی ترقی کے راستہ میں ایک ناقابل عبور سد راہ بنا رہے ہو جو تمہیں سکستی اور بیکاری میں ڈبو دے گی اور ہمیشہ کے لیے شرم آلود جہالت میں رہ جاؤ گے۔

(۴) اپنے ذہن راستہ فہمی اور عمدہ اوصاف پرست بھولو کیوں کہ یہ وہ وقت تک محنت اور مطالعہ کے ساتھ نہ حاصل کیے جائیں کبھی انسان کو عالم اور دانا نہیں بنا سکتے بعض جفاکش رنگیں طبائع کو یہ امر بد قسمتی سے اغوا کا باعث ہوا ہے اور وہ تعلیم اور مطالعہ کو شتم کرنے لگے ہیں۔ وہ محفلوں میں زیب محفل سمجھے گئے ہیں اور عام مضامین کی بحث میں جگہ گاتے دیکھے گئے ہیں جس پر انہوں نے مطالعہ اور محنت کشی کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور ان پر تاریکی چھانی شروع ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ جوانی کی شگفتگی اور اپنی قوائے کی طاقت کو کھو کر ایسے مجہول اور غبی ہو گئے ہیں کہ ان سے اور اجتناب تک نوبت پہنچی ہے۔

(۵) ذکی الطبع آدمی بعض وقت باوصف انہی غلطیوں سے آگاہ ہو جاتے

سلسلہ دلیل میں طرح دے کر اپنے عیب کو چھپانا چاہتے ہیں یا مدعی کو جھٹلانے کی غرض سے بڑی جرات کے ساتھ اسکی حقارت ظاہر کر کے مباحثہ چھوڑ دینا چاہتے ہیں وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی جہالت سے واقف ہو کر دل میں اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ فن مباحثہ میں وہ ناقص ہیں۔ (۵) جس طرح ذہن رسا اور تیز فہمی کے ہونے کے باعث ہیں اپنے آپ کو عالم نہ سمجھنا چاہیے اسی طرح کثرت اور محنت کے ساتھ مطالعہ کرنے اور قوی حافظہ ہونے سے یہ بات نہ سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی حقیقی دانا بن سکتا ہے۔

(۶) دل میں یہ ٹھان لینا بڑی کم زوری اور کم فہمی کا نتیجہ ہے کہ تعلیمی زندگی کا ہلی اور آرام کی زندگی ہوتی ہے۔ کبھی اپنے آپ کو کسی علمی پیشہ میں لگانے کی جرات مت کرو جب تک تم مطالعہ میں سخت محنت برداشت کر سکنے کے لیے کم رستہ نہو اور جب تک اسی کو اپنی زندگی کی راحت اور خوشی بنالینے کی قابلیت اپنے میں نہ دیکھ لو بے شک طالب علم بننا کوئی سہل کام نہیں ہے۔ ایک شخص کی نسبت جو عیش و عشرت اور آرام میں زندگی بسر کرنے کا عادی ہے کبھی یہ کہہ دینا واجب نہیں کہ وہ ہمہ تن مطالعہ میں مستغرق ہو جائے گا جب تک کہ اسکی روح ایسی اصلاح یافتہ اور صاف نہ ہو جائے کہ وہ اپنی ان تمام خوشیوں کو جو اسکی خلوت گاہ کی آبادی اور رونق کا باعث تھیں کتابوں کے بوسیدہ اوراق سے حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کر سکے۔

اطمینان تمھاری روزانہ تحقیقات اور سخت کوشی کو تازہ دم کرتے ہیں کم ہمتی سے کبھی یہ خیال نہ کر لینا چاہیے کہ علم اب مکمل ہو چکا ہے اور چون کہ کسی خاص علمی مضمون میں دو ہزار یا پانچ ہزار برس سے کوئی ترقی نہیں ہوئی اس لئے اس کی ترقی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ تمھیں کسی امر کے تحقیق کرنے سے جو کبھی دریافت نہیں ہوا کرنا نہیں چاہیے ناوقتے کہ اسکی ذات میں ہی کوئی امر ایسا نہ مل جائے جو اسے ناقابل تحس یا انسانی طاقتوں کے مقابلہ میں ناقابل حصول ثابت نہ کر دے۔

(۸) ہمیشہ مشاغل اور معاملات کی بالائی تحقیقات پر بھی بھروسہ نہ کرو بلکہ جہاں تک کہ تمھارے اوقات اور حالات تمھیں اجازت دیں اُن کی عمیق تحقیقات کے درپے رہو خصوصاً اپنے پیشے میں پر امر ہمیشہ مد نظر رکھو۔

(۹) اپنی مدت العمر اور بالخصوص تعلیمی ایام میں ہر روز ایک دفعہ اس بات کی پرنال کرو کہ تم نے کس قدر نئے خیال یا اصول ایک دفعہ سیکھے ہیں۔ اور ان کے متعلق اور کون سی تحقیق و تدقیق کی ہے اور اپنے علم کے کس حصہ میں کیا ترقی کی ہے۔ حتی الامکان کوئی دن ایسا نہ گزرنے دو جس سے تم نے کم و بیش فائدہ نہ حاصل کر لیا ہو۔ ایسے طریق کی اگر عمدگی سے پے روی گئی جائے تو مفید علوم میں تمھارا ترقی یافتہ ہو جانا یقینی ہے علمائے یہ ایک مفید شغل ہے جو ایک مشہور و معروف نقاش کے قول اور فعل نے سہم تک ہو بخا بارے کہ کہ اگر لکھو اسانگہ نہ جھوٹا کہ

ایک خط بھی نہ چھینو۔ فرقہ پائی تھا لڑن میں یہ ایک مقدس قاعدہ تھا کہ ہر شام کو اپنے دن کے کاروبار پر سہ پارہ نظر کیا کرتے تھے اس غرض سے کہ اس دن میں ان کا چال چلن کیسا رہا ہے تاکہ جو جو سو ان سے کاروبار میں ہوا ہے وہ معلوم کر لیں۔ وہ اپنے شاگردوں کو یقین دلاتے تھے کہ یہ طریقہ ترقی کا اعلیٰ نردبان ہے۔

(۱۰) خود رانی یا اپنی ہٹ دھرمی پر متواتر تاک لگائے رہو کسی معاملہ میں مستقل اور ناقابل تغیر اسے مت ظاہر کرو جب تک تمہارے پاس اس کے لیے پختہ اور مضبوط دلائل نہ ہوں یا کوئی صریح اور یقینی شہادت نہ حاصل کر لو اور اس معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ایسی عمدگی سے نہ جانچ لو کہ احتمال غلطی کا نہ رہے نیز اس صورت میں کہ جب تمہیں یقین کر لینے کی پختہ دلائل مل جائیں اپنے اس یقین کے قطعی طور پر ظاہر کرنے میں جلدی اور تیزی کو کام میں نہ لاؤ۔ اس بات کو یاد رکھو کہ انسانی نیچر ہمیشہ غلطی کرنے کے قابل ہے۔

(۱۱) اگرچہ احتیاط اور تامل کے باعث اکثر غلطیوں سے بچ رہو گے تاہم تمہیں غلط دعویوں سے دست بردار ہونے اور اپنے عیوب اور نقائص کے تسلیم کر لینے کے لئے کافی فروتنی اور جرأت حاصل کرنی چاہیے۔ اپنی رائے کے تبدیل کرنے میں فخر کی مزاحمت کا بہت خیال رکھو اور رائے واپس لینے کے الزام سے مت ڈرو۔ ان کمیذ ہول ناک صورتوں سے نفرت کا سبق حاصل کرو جو بے وقوف آدمیوں کو انکی پرانی غلطیوں پر اس وجہ سے قائم رکھتے ہیں کہ ان کے لئے اسے بدلنے کا الزام نہ لگایا جائے۔

خود رانی

نارسا فتن

بمقام ہوں۔ یہ سب کچھ ہر روز ہوتا ہے۔
 کا اُس وقت تک پوشیدہ رکھنا ہی مناسب ہے۔ جب تک کامل شہادت تم کو
 دستیاب نہ ہو۔ لیکن اگر اسے تم نے بلا تامل اپنی مرضی سے ظاہر کر دی ہے
 جیسا کہ دانا آدمی بعض وقت کر بیٹھتے ہیں اور ایسے امر کا اقرار کیا ہے جو بعد میں
 غلط ثابت ہوا ہے تو تمہیں اپنی غلطی سے صحت پر آنے کے واسطے کسی قسم
 کی شرم نہیں کرنی چاہیے

(۱۲) وہ شخص جس نے اپنی قوت فیصلہ کو تمام آدمیوں سے افضل بنا لیا ہے
 اور اشخاص اور اشیاء کی نسبت درست فیصلہ کرنا سیکھ لیا ہے اُسے اپنی تلون
 مزاجی اور دل کے توہمات سے خبردار رہنا چاہیے۔ وہم اور تلون مزاجی کا
 ابتدائی عمر میں حد سے زیادہ بڑھ جانا بڑھاپے میں دیوانگی کا باعث ہوتا ہے
 (۱۳) ذی وقعت اشیاء کی بے قدری اور مقدس اور خوف ناک امور کے
 ساجھول لگی کرنے سے اجتناب کرو۔ تضحیک کی عادت مت اختیار کرو جیسا کہ
 بعض ظریف آدمی تمام موقعوں اور مضامین پر کرتے ہیں۔

(۱۴) ہمیشہ اپنی طبیعت کو صالح اور صاف بناؤ کیونکہ ناپاک خیالوں کا براؤ
 فہم و ادراک کو بے بنیاد کرتا ہے اور فیصلہ سے روکتا ہے۔

(۱۵) اپنی سلیم عقل اور ذہنی طاقت پر فخر مت کرو بلکہ خدا کی بخشش کا شکریہ
 ادا کرتے رہو۔

(۱۶) ہر روز خدا سے تعالیٰ سے دعا مانگو کہ تمہاری محنت تعلیم مطالعہ

وہمی مزاج

بیہودگی

زہد و تقویٰ

خیر زبان

روحانی

اور سہولت کے ساتھ خیال کی ایک لڑائی میں وہ ہمیں مصیبت حیات کی ایک بڑی تماشہ گاہ کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے وہ تم پر اس راز کو منکشف کر سکتا ہے جو تمہارے خیالات کو سلامتی اور عافیت کے ساتھ تمام پیچیدہ مضامین کی مشکلات سے محفوظ رکھ سکے۔ خیال کرو کہ تمہاری زندگی کا خالق اپنی قدرت کاملہ سے تمہاری حرکات کو ایسے راستہ پر لگا سکتا ہے کہ آنکھ کی ایک چمپک یا بجلی کی چمک کے عرصہ میں وہ تم کو مبارک اور مسرت بخش خیالات کے سلسلہ میں ڈال دے۔

مذکورۃ الصدق قواعد کے ساتھ ہم ان عام ہدایات کو بھی بیان کر دیتے ہیں جو اسی مصنف کی منطق میں مذکور ہیں۔

ہدایت اول۔ تم مختلف اقسام کے خیالات کی تحصیل کرو ان اشیاء سے واقفیت حاصل کرو جو قدیم اور جدید ہیں۔ نیز ان سے جو قدرتی ملکی اور مذہبی ہیں اور ان سے جو قومی اور خانگی ہیں۔ ان سے جو تمہارے ملک اور غیر ملک کی ہیں ان سے جو گزشتہ یا حال یا آنے والے زمانے کی ہیں اور سب سے بڑھ کر خدا اور خود سے واقفیت حاصل کرو۔ حیوانی طبع اور اپنے مزاج کے انفعال کو سیکھو۔ خیالات کے اس وسیع خزانے کے حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ توجہ کے ساتھ عمدہ کتابوں کا مطالعہ کرو سب سے بڑھ کر عالموں اور عاقلوں کے ساتھ گفت و گو کرنے کا موقع تلاش کرو اور ہر شخص سے جس کی صحبت میں رہتے ہو فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو کوئی ساعت بے کار نہ ہو۔ وہ گونا گونا گوں فضائل کا مزارع رہنا شروع کرو جب ان سے

خیالات کے متعلق ہدایتیں

اصول مطالعہ

اور قدرتی کرشموں کو دیکھا کر غور کرو۔ اشیا کو خود بھی تلاش کرو اور دوسروں سے
 سیکھنے کی بھی کوشش کرو زندہ لوگوں کی نسبت بھی ایسی ہی واقفیت اور
 علم حاصل کرو جسے کہ تم کتب سے حاصل کر سکتے ہو تمام اشیا کو اس قدر سیکھو جہاں
 تک تم سیکھ سکتے ہو اور حتی الامکان تمہارے خیالات اشیا کے حالات کے
 منطبق ہونے چاہئیں اس بارہ میں دوسروں کی نقل یا تقلید کرنی چاہیے
 تب تمہاری روح ایک عالی شان عمارت کی طرح نہ صرف نقل کی ہوئی تصویر
 یا صورتوں سے بلکہ اصلی نقش و نگار کے ساتھ مزین ہوگی۔

مختلف خیالات

ہدایت دوم خیالات کے اس خزانے کو جو تمہیں حاصل ہے اپنے دل میں
 محفوظ رکھنے کے واسطے مناسب تدابیر عمل میں لاؤ۔ کیونکہ اگر ان کو حافظہ
 میں قائم رکھنے کے واسطے تکالیف اور سختی نہ برداشت کی جائیں تو یہ
 ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ایک صفحہ یاد سے مٹ جائے خصوصاً ان
 خیالات کو بڑی احتیاط اور خبرداری کے ساتھ جمع رکھو جو اس زندگی کے اندر
 کسی موقع یا خاص مشیہ میں کارآمد ہو سکیں۔ بعض آدمی اس قسم کے ہوتے ہیں
 جو زندگی کے کسی علم یا کام میں کوئی اعلیٰ درجہ کی قابل قدر واقفیت نہیں حاصل
 کر سکتے اس سبب سے کہ وہ بے شمار اقسام کی اشیا کی بیرونی سطح پر حیرت خیز
 اور سرسری تلاش میں ہمیشہ بھٹکتے پھرتے ہیں اور کسی نہی چیز کے سننے پڑھنے
 یا دریافت کرنے کے شائق ہوتے ہیں مگر اپنے حاصل کردہ خیالات کو محفوظ
 رکھنے کے واسطے کسی قسم کی تکلیف یا محنت نہیں برداشت کر سکتے انکا روح

ایک ایسی بات ہے کہ بن و بن میں پیر و پیر میں اپنے آپ کو پہچانے گا۔
مگر بحال ایک کو بھی نہ رکھ سکے گا۔

اپنے خیالات کے خزانے کے محفوظ رکھنے کے واسطے مرقومہ ذیل
نصائح پر خصوصاً اپنی جوانی میں عمل کرو۔

(۱) ہر روز اُن چیزوں کو یاد کرو جو تم نے دیکھی ہیں سنی ہیں یا پڑھی ہیں
اور جو تمہاری علمی ترقی کا باعث ہوئی ہیں۔ خدا اور انسان کی تحریروں کو
شوق سے پڑھو۔ کسی نئی کتاب یا نئے باب کے شروع کرنے یا پڑھنے میں حلد ہی
مت کرو۔ جب تک کہ تم گزشتہ کتاب یا باب کے پڑھے ہوئے مفید مضامین کو
اپنے ذہن نشین نہ کر لو۔

اس طریق سے اپنے حافظہ کے استعمال کرنے سے تم اپنے آپ میں
بتدریج ترقی ہوتی دیکھو گے۔ مگر اپنے حافظہ کو اس قدر بوجھ سے بھی نہ لاؤ نا
چاہیے جس کی برداشت کی وہ قابلیت نہ رکھتا ہو۔

رب، اُن چیزوں کی نسبت جو تم نے دیکھی ہیں یا پڑھی ہیں اپنے کسی
دوست کے ساتھ گفت و گو کرو اس سے تمہارے حافظہ پر اُن کا ایک تازہ
نقش ہو جائے گا اور اگر تمہارے واقفوں اور ہم سبقوں میں سے کوئی
تمہارے قریب نہ ہو تو کسی ایسے آشنا سے بیان کرو جہاں تم شایستگی اور
معقولیت کے ساتھ بیان کر سکو۔ وہ اس سے کچھ استفادہ ہون یا نہ ہوں مگر
تمہاری ترقی اس سے ضرور ہوگی۔ نیز اس طریق سے تم طرح طرح کے
الفاظ، محاورات اور صحیح زبان کا بولنا سیکھو گے جو تمام موقعوں پر اپنے

(رج) اُن بہت سی نمایان ترقیوں میں سے جو تم کرتے ہو بعض کو تحریر کر
 رہا کرو کم سے کم ایسے اشارات جو اس وقت میں تمہیں یاد دلانے کا باعث
 ہوں جب تم رفتہ رفتہ انکے بھول جانے کے قریب پہنچو۔ ہر رفتہ یا ہر مہینے
 میں اُن اشارات کو ان دو غرضوں سے دیکھو۔ اول۔ تاکہ تم اپنی ترقی کا
 اندازہ کر سکو اور یہ معلوم کر لو کہ بہت سی تمہاری بچپن کی یادداشتیں یا تو ضعیف
 ہیں یا بالکل ناکارہ ہیں اور اگر بعض اُن میں سے داجبی اور ٹھیک بھی ہیں
 تو وہ تمہیں کیسی عام اور معمولی معلوم ہوتی ہیں۔ پس اس سے تم آپ ہی اپنی
 ترقی کا اندازہ کر لو گے۔ دوسرا۔ تاکہ جو ریاکار تمہیں اپنی پختہ اور ترقی یافتہ
 معلومات میں قابل توجہ مزید نظر آئیں انہیں مکرر نقل کرنے کے بجائے شاید
 میں نشان کر دو تاکہ وہ دوسرے سال پھر تمہاری نظر سے گزریں جب کہ
 اور اُس وقت فراموش ہو گئی ہوں۔

اس محنت میں کچھ کمی کرنے کی ایک یہ تدبیر ہے کہ اگر وہ کتابیں جو تم
 پڑھتے ہو تمہاری اپنی ہیں تو قلم یا پینسل سے ایسے امور پر نشان کرتے جاؤ
 جن کو یاد رکھنا چاہتے ہو اس طریق سے تم کتاب کو دوسری دفعہ نصف
 تکلیف کے ساتھ پڑھ لو گے۔ کیونکہ تمہاری نظر صرف ان فقرات پر دوڑتی
 جائے گی جن پر تم نے نشان کر رکھے ہیں بعض لوگوں کا یہ خیال لغو ہے
 کہ اس طرح کتاب خراب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم نے کتاب
 بیچنے کی غرض سے نہیں خریدی بلکہ فائدہ اٹھانے کے واسطے۔

پس یہی ایک میراث ہے کہ ہمارا دل اس سے ترقی پزیر نہ ہو۔
وژنا کو اسکے فروخت کرنے سے بہت کم وصول ہو۔

صرف پڑھنا بدون فکر کرنے کے کسی آدمی کو عالم یاد انا بننے کے لئے
کافی نہیں ہے۔ ہمارا خیال۔ اندیشہ۔ مطالعہ اور خوض ترقی کے تمام سامانوں
کے ساتھ شامل ہونا چاہیے۔ مشاہدہ اور تعلیم کا حاصل کرنا۔ پڑھنا۔ اور گفت و گو
کرنا بہت سے خیال سکھلا سکتا ہے مگر یہ غور اور خوض ہی ہے جو ہماری قوت
فیصلہ کو ترقی دیتی ہے۔

کسی چیز نے ان لوگوں کو جو شائق علم ہیں اس قدر نقصان پہنچایا جتنا کہ
اس خیال نے کہ وہ تعلیم اور مطالعہ کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور ایک خواندہ آدمی
کو ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ ایک بڑے عالم کو۔

فکر و غور اور مطالعہ میں دل کی وہ تمام مشقیات داخل ہیں جیسے کہ ہم اپنی
سابقہ تحصیلات کو صحیح علم اور عقل کی ترقی دینے میں مفید بنا سکتے ہیں یہ غور
ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم ان تمام چیزوں کو اپنی یادداشت میں قائم کر لیتے ہیں
جیسے زندگی کے واقعات میں ہمیں سابقہ پڑتا ہے جن کا ہم خود تجربہ کرتے
ہیں یا جو ہمارے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ یہ بھی غور ہی کا باعث ہے کہ ہم مختلف
نتائج نکال کر اپنے دل میں علم کے عام اصول قائم کرتے ہیں اور ان مختلف
خیالات کا مقابلہ کرتے ہیں جو ہماری فہم و ادراک کے عمل سے حاصل ہوتے ہیں
اور ان سے ہم مسائل سلسلہ وضع کرتے ہیں غور سے ہم اپنے علم کو فرائض میں
ہونے دیتے نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں اور لوگوں کے کلام یا تحریر کی مضبوطی

یہ صفت کو دریافت کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ
دماغ میں لگتا ہے عمیق اور پیچیدہ حقائق کو جو پہلے پوشیدہ اور لاطیف ہوتی
ہیں دریافت کر لیتا ہے۔

ہم یہاں چند متفرق خیالات نسبت تحصیل علم اور ان مشکلات کے بیان
کرنے کے جو طالب علموں کو پیش آتے ہیں۔

پہلی یہ ہدایت ہے کہ الفاظ اور اشیاء میں ہر وقت تمیز کرنا سیکھو۔ جن
چیزوں کا مطالعہ کرتے ہو ان کا واضح اور صاف تصور حاصل کرو۔ صرف
الفاظ اور اسما پر ہی قانع نہ رہو مبادا کہ تمہاری مشقت سے حاصل کی ہوئی
ترقی میں صرف بے معنی الفاظ کا اہار ہی مجتمع نظر آوے اور بجائے مفید کے
پوست ہی دستیاب ہو یہ قاعدہ ہر ایک علم میں بے شمار فائدہ بخش ہے۔

زندگی میں ترقی علم کو مستقل طور پر اپنا حقیقی مقصود بناؤ کیونکہ تمام عمر میں
کوئی ایسا وقت یا جگہ ایسا معاملہ یا واقعہ اور کوئی ایسی شکل نہیں ہے جو ہم کو
اس دلی ترقی کے طریق سے خارج کر سکے۔ ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم
تہائی میں۔ اندھیرے میں اور خاموشی میں اپنے دل سے مشورہ کریں
اپنی روح کی خواہشوں کو دیکھیں اور زندگی کے گزشتہ واقعات کی نسبت
اپنی خواہشات کی اندرونی حرکات پر دھیان کریں۔ ہین اپنے جسم اور روح
دونوں کی طاقتوں۔ وضعوں۔ رغبتوں اور سیلانوں سے آگاہ ہونا چاہیے
تاکہ ہم اپنے آپ کا صحیح علم حاصل کر سکیں۔ جب ہم کسی شخص کی صحبت میں ہوں
تو یہ کہ انسانی فطرت کے کئی اہم احوال سے ہم کو آگاہ کرے۔

الفاظ اور اسما

لکھا میون اور حاکموں کو کاروبار کے عیوب اور اوصاف کو انسانوں کے
گفت و گو کر کے اور ان کے چال چلن کو دیکھ کر معلوم کرنا چاہئے۔ یہ بتاؤ کہ
اپنی ذات کے علم انسانوں کے علم اور علاوہ اسکے ذات خدا کے علم سے کوئی
چیز زیادہ بیش قیمت ہے؟ وہ خدا جو ہمارا خالق ہے اور جس کے ساتھ ہیں عموماً
کارشیت ہے۔

جب ہم گھریا شہر میں ہوتے ہیں تو جدھر اُکھٹا کر دیکھتے ہیں انسانی
کاروبار دکھائی دیتے ہیں اور جب اپنے ملک یا شہر سے دور فاصلہ پر ہوتے
ہیں تو خداوند تعالیٰ کی قدرتوں کے عجیب عجیب تماشے نظر آتے ہیں۔
زمین اور آسمان جو ہمارے اوپر تلے ہیں حیوانی اور نباتاتی عالم جو ہمارے
گرد و پیش ہے اسی طرح ہزار ہا رنگارنگ کی صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔
پس ہر ایک چیز سے جو تم سنتے یا دیکھتے ہو۔ ہر ایک چیز سے جو انسانی
زندگی میں واقع ہوتی ہے اور ہر ایک چیز سے جو باطنی اور ظاہری ہے
کچھ نہ کچھ سبق حاصل کرو۔

علم کے ہر ایک قیمتی مضمون کی جست و جو میں ہمیشہ انجام کو مد نظر رکھو
اور ہر ایک ناچیز شے سے جو تمہیں اپنے راستہ میں ملے اپنے خیال کو تبدیل
مت کرو بعض آدمی ایسے غیر مستقل مزاج ہوتے ہیں کہ ہر ایک ناگمانی اور
اتفاقی واقعہ کے تعاقب میں بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ مصروف
ہو جاتے ہیں اور اپنے اصلی مقصود کو بالکل کھو بیٹھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو
گفت و گو کرتے وقت اپنی حکایت کو ہر ایک واقعہ کے بیان کرنے سے

ہیں کہ اپنے اصلی مطلب کو فراموش کر جاتے ہیں۔ اُس آدمی کے مانند جس کو ایک بڑے خزانہ کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا ہے مگر وہ ہر ایک پھول کے توڑ لینے کے واسطے جو اُس کو راستہ میں ملتا ہے راستہ چھوڑ دیتا ہے یا ہر ایک چھیلے سنگرزہ کے کھودنے کے لئے جو راستہ میں پاتا ہے کھڑا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ خزانہ کے راستہ کو کھو بیٹھتا ہے اور پھر کبھی نہیں پاتا۔

لوگوں کو یہ خیال نہ کر لینا چاہیے کہ ماسوائے اُن علوم کے جو وہ مطالعہ کرتے ہیں یا اُن کتابوں کے جو وہ پڑھتے ہیں حقیقت اور کہیں دست یاب نہیں ہوتی۔ اور لوگوں کے خیالات پر غور و تامل کرنے سے بیشتر حکم رگاتا بڑی حماقت ہے اس سے اُس کی تاریکی نہیں ظاہر ہوتی بلکہ اپنی آنکھیں پھونکتی ہیں۔

”تمام چیزوں کی آزمائش کرو جو عمدہ ہوں وہ مضبوط پکڑو“ یہ ایک عالم گیر قاعدہ ہے جو روشنی اور صداقت کے ساتھ خالق نے بخویر کیا ہے۔ یہ معلوم کرنا محال ہے کہ صداقت پر پہنچنے اور اُس پر قابو حاصل کرنے کا سوا اس کے اور کون سا طریقہ ہے کہ سونے اور پوشیدہ خزانوں کی طرح اُس کو تلاش کیا جائے اور کھودا جائے۔ لیکن ان لوگوں کو جو اس کے حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں بہت سی مٹی چھاننی پڑتی ہے کیونکہ ایسی چیزیں عموماً ریت سنگرزہ اور خس و خاشاک ساتھ ملی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ ایران کا فلاسفہ بہت عرصہ پیشتر یہ بات بتا چکا ہے۔

اور لوگوں کی رائے

نابرہ رنج گنج میسر نہی شود	فرداں گرفت جان اور کہ کار کرد
----------------------------	-------------------------------

ہر ایک شخص اور لوگوں کے تعصبات کی شکایت کرتا ہے۔ جو ان کو کم کرنے میں پیش قدمی کرتا ہے گویا کہ وہ خود ان سے بالکل پاک اور منزہ ہے مگر چونکہ یہ اعتراض قریباً تمام آدمیوں کی طرف سے ایک سان طور پر پیدا ہوتا ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ تعلیم کے نہونے کی وجہ سے ہے۔ اب اس کا علاج سوچنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہر ایک شخص اوروں کے عیوب کو نظر انداز کر کے اپنے عیوب پر نگاہ کرے۔

ہر ایک مضمون میں جسکے تم درپے تحصیل ہو کامل تحقیق کر لینے کی امید رکھو کیونکہ اس میں تم صد ہا پوشیدہ اسرار اس قسم کے دیکھو گے کہ جن میں ہمارے جیسے ضعیف الخلق انسانوں کو کچھ بھی پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور ناچار اسی اسرار کی نسبت اس تاریک اور نامکمل حالت میں عمدہ اور صحیح دلائل بہم نہ پہنچ سکنے کے باعث ہم لفظ اغلب یا فرضی سہاروں سے کام لینا پڑتا ہے اور وہی ہماری تسکین کر دیتے ہیں۔ سچ پوچھو تو سوائے اسکے اور ہو بھی کیا سکتا ہے وہ امور ہماری عقلی تحقیقات کی حدود سے باہر ہوتے ہیں ہمیں حتی الوسع دلائل کے درست اور صحیح طور پر جانچنے میں کوشش کرنی چاہیے مگر جہاں ترازو کے پلڑوں کی میں مساوات کرنے کے لیے کافی وزن نہ ملے تو تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ ہی راضی ہو جانا چاہیے اس سے ہم اغلب لائے حاصل کرینگے جو انسانی زندگی میں ہزار ہا امور کی روزانہ تحقیقات اور اکثر مذہبی معاملات کے فیصل کرنے کو کافی ہے۔

رکھی ہے اور ہم اس نہایت ہی مفید ثابت ہونے والے کام کے کر لے رہے
 اس خیال سے باز رہیں کہ تمام چھوٹے چھوٹے اعتراضات بھی پیشترفع ہو جائیں
 تو اس طریق سے ہم اپنی تمام زندگی میں ایک بھی عاقلانہ جرات نہ کر سکیں گے۔
 وہ دلی جوش اور مضبوط میلان جو تعلیم کے لیے ہوا اگر دور اندیشی کے
 ساتھ باقاعدہ نہ بنالیا جائے تو اکثر وہ مزاحمت ثابت ہوتا ہے۔ یہ میلان تازہ
 معلومات اور نئے مضامین کی تلاش میں تیز قدمی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا
 جاتا ہے اور علم کی مختلف اقسام کی طرف مائل کیے دیتا ہے اسی سبب سے
 جو کچھ اُس کے سامنے آتا ہے اُس پر غور و مائل کے لیے نہیں ٹھہرتا۔ اور اس
 چیز کی تلاش میں جو ابھی نظر سے غائب ہے جلدی کرتا ہے وہ شخص جو کسی
 ملک سے ڈاک گاڑی پر سوار ہو کر گزر رہا ہے اپنے سفر کے خاتمہ پر ان سرسری
 نگاہوں سے جو اسے ادھر ادھر ڈال دی ہوتی ہیں اس قدر تباہ کر سکتا ہے کہ عام
 حالت اس حصہ کی کیسی ہے اور ٹوٹی پھوٹی یہ کیفیت بھی بیان کر سکتا ہے کہ
 فلاں موقع پر سیدان اور فلاں جگہ پہاڑ ہے۔ اس طرف ایک دلدل اور اُس
 طرف دریا بہہ رہا ہے۔ ادھر مرغزار اور ادھر خشک جنگل ہے اس قسم کے
 بالائی حالات اور شاہدے اسی سواری میں جمع کیے جاسکتے ہیں مگر اس
 سرزمین کے درختوں پر پیداواروں اور باشندوں وغیرہ کا صحیح اور واقعی حال
 اس کی نظر سے بالکل پوشیدہ رہتا ہے یہ بہت کم واقع ہوا ہے کہ کسی
 شخص نے بغیر کھودنے کے تکالیف اٹھانے کے کوئی کاروبار دریافت کر لی ہو

لکھنؤ

مونا پیرت آپے کرے اور جواہرات صلیح رہیوں میں دس دینے ہیں پس اگر
پہچیدہ ہو اور مدعا دور ہو تو دل کو محنت - توجہ - شوق اور دھیان کے ساتھ اس پر
لگا دینا چاہیے اور جب تک عقدہ حل ہونے اور حقیقت پر فتح نہ حاصل ہو جاوے
اُس کے تعاقب کو مت چھوڑو۔

مگر دوسری غایت سے محفوظ رکھنے کے لئے یہاں احتیاط کی جانی واجب ہے۔
کسی آدمی کو بے فائدہ موشگافی پر نہیں آزمانا چاہیے اور ہر ایک ناخیر سوال اور
سلسلے علمی پیچیدگیان حاصل کرنے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ اُس شخص
کو جو اپنے راستے میں ہر ایک سنگریزہ کے چٹنے اور امتحان کرنے کے لئے کھڑا ہوتا
ہے جواہرات کے ملنے سے ایسا ہی ناسید ہونا ضروری ہے جیسے کہ ایک تیز رو
مسافر کو۔ صدقہً اس لئے اچھی یا بُری نہیں ہیں کہ وہ صریح ہیں یا شکی ہیں۔
بلکہ ان کی قیمت کا اندازہ بلحاظ ان کے استفادہ میلان کے کیا جاتا ہے۔
ناخیر شاہروں میں اپنے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ مگر اُن اشیاء کی طرف
سے جو ہماری نگاہ وسیع کرتی ہیں اور نئے اور مفید خیالات کی طرف راہ نمائی
کرتی ہیں غافل ہو کر آنکھیں بند نہ کر لو گو وہ تمہاری تیز رفتاری کو بند کر دیں اور
مستقل توجہ میں تمہارا بہت سا وقت صرف ہو۔

ہماری آخری تنبیہ مطالعہ میں مایوس ہو جانے کی نسبت ہے۔
بعض آدمی ایسے بزدل ہوتے ہیں کہ اپنے حصول مقصد کی سیرھی کی
شکل پر بھی مایوس ہو کر یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ کسی فن میں ایک نظر دیکھ لیا
کافی ہے اور علم میں اُس سے زیادہ ترقی کرنی جس قدر کہ اُن کے کاروبار کے

لیے ضروری ہو اُن کی قابلیتوں سے بعید ہے وہ بے دست و پا ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور خیال کر لیتے ہیں کہ اوروں کی طرح اُن کی رفتار کی ٹانگیں نہیں ہیں جس وقت وجوہ کے پانوں قائم رکھو اور انھیں استعمال کرو۔ کوئی آدمی یہ نہیں جانتا کہ وہ کون سی طاقت رکھتا ہے جب تک کہ اُن کی آزمائش کر کے نہ دیکھا جائے اور فہم کی نسبت تو ایک آدمی یہ بالکل صحیح کہہ سکتا ہے کہ اُس کی طاقت اُس اندازہ سے زیادہ ہے جس قدر کہ خیال کی جاتی ہے۔

پس مناسب علاج یہ ہے کہ دل کو کام میں لایا جائے اور خیالات کو سرگرمی کے ساتھ کاروبار میں مشغول کیا جائے کیونکہ دل کی کشاکشی کا بھی ٹھیک وہی اصول ہے کہ جو جنگ کا ہے کہ جُب وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم فتح حاصل کر رہے ہیں دراصل وہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں“ یہ ارادہ کہ ہم اُن تمام مشکلات پر غلبہ آئیں گے جو ہماری تحصیل علم کے راستے میں سد راہ ہوں گی بہت کم ناکام ہونے دیتا ہے۔ کوئی آدمی اپنے دل کی طاقت سرگرم اور باقاعدہ مصروفیت کی قوت کو نہیں جانچ سکتا جب تک کہ اُس کی آزمائش نہ کر لے۔

باب سوم

تنہائی اور سوسائٹی

تنہائی کی ضرورت۔ کربیبی لن صاحب۔ میکاشل نیگلو صبا۔ لاسرڈ کلیریدن
والٹائر صاحب۔ ڈسکارڈٹز صاحب۔ مان لاسکو صبا۔ ادم سٹینہد صبا۔ کویر صبا
ایک عمدہ چیز کی کثرت گیتن صاحب گفت و گو۔ گفت و گو کے فوائد ضیاء مکتشف
طالب علموں کی ازدواجی زندگی۔ اہل طبع کا بھتر۔

”حیف ہے اوس پر جو تنہا ہے“ یہ ایک عام مقولہ ہے مگر طالب علم
اس کو سن کر گھبرانہ جاوین۔ ہم ان کو اس کا جواب سکھلا دیتے ہیں وہ ایسے
سوق پر بے تال یہ کہ دین کہ حیف ہے اوس پر جو تنہا طہین ہے اور
جو تنہا طہین رہ سکتا اسی کے متعلق ہم اور چند باتیں بھی اُن کو بتا دیتے ہیں۔
ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ ”ہم کر سوسائٹی اور تنہائی کی ایسی ہی ضرورت
ہے جیسے کہ گرمی اور سردی کے دن اور رات کی ورزش اور آرام کی“
سوسائٹی کی بہن اس پر ضرورت ہے کہ انسانیت کی مجموعی زندگی میں
مہم نپا حصہ اور مقام حاصل کر سکیں اور تنہائی اس لیے درکار ہے کہ شخصی زندگی
کو برقرار رکھ سکیں۔ سوسائٹی ایک شخص کے لیے وہ چیز ہے جو سفر
اور تجارت ایک قوم کے واسطے ہے درنحالے کہ تنہائی اس خانگی زندگی کے
منظر ہے جس میں وہ اپنے ابتدائی اسباب اور سرمایہ کا تہیہ کرتی ہے۔“

مگر ایک نوجوان نے یہ رائے ادا کر لی کہ کوئی خیال نہیں رکھتے اور جن کی ہستی کا بھی دوسروں پر حصر ہے بالکل نامکمل
 زندگی ہے مکمل زندگی ہم اس کو کہتے ہیں جو ایک جنگلی جہاز سے مشابہ ہو جو کہ
 بیڑے میں شریک ہو کر اپنی طاقت اور جوہر بھی ایسے ہی دکھا سکنے کے قابل
 ہو جیسے کہ وہ ایک عظیم سمندر کے اندر خاموش تنہائی میں اپنا راستہ طے کرنے
 کے لائق ہے۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تنہائی سرگرمی کی دایہ ہے اور سرگرمی ہمت کی حقیقی
 والدہ جب کبھی سرگرمی کی ضرورت ہوئی ہے تو تنہائی طلب کی گئی ہے۔
 تصنیف کے متعلق کوئی کام اعلیٰ درجے کا خاتمہ پذیر نہیں ہو جب تک کہ اس
 کے مصنف نے ایک جادوگر کی طرح اپنے منتر پڑھنے کے واسطے کنج تنہائی یا
 کوئی تند و تار یک غار نہ اختیار کر لی۔ اگر آپ ہمارے اقوال کی نسبت مثالیں پڑھنے
 کے مشتاق ہوں تو ہم مثالیں بھی بیان کر سکتے ہیں۔

فرانس کے مشہور شاعر کسری بی لن نے اسی لیے غلت اختیار کر لی تھی کہ وہ
 اپنے عجیب و غریب خیالات سے بلا مزاحمت لطف اٹھا سکے جو اس کی سوجھ
 طبیعت اسی عمدگی سے پیدا کرتی تھی۔

میکائیل اینگلو وہ خدائی دیوانہ "رحمیا کہ رچرڈ سن نے ایک دفعہ اس
 کی تصویر کی پشت پر لکھ دیا تھا جب کسی عظیم منسوب پر غور کر رہا ہوتا تھا تو خلقت پر
 آمد و شد کا دروازہ بند کر لیتا تھا۔ ایک دوست نے جب اس سے دریافت کیا
 کہ مدتم ایسی تنہا زندگی کیوں بسر کرتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ مدتم نے

کریسٹین صاحب

میکائیل اینگلو صاحب

لینا چاہتا ہے۔

اسی طرح جب وہ سسٹن چیل میں مصروف محنت ہوتا تھا تو کسی شخص کو پاس آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ ایسے ہی بے کھٹکا اور خالص توجہ اس قسم کی طبیعتوں کو درکار ہوتی ہے۔

کلیرڈ کلیرنڈن دو برس تک مقام جرسی میں تنہا بیٹھ کر تواریخ لکھتا رہا۔
تو جب کبھی کسی دوست سے اس واقعہ کا ذکر آ جاتا تو ایسی مسرت سے بیان کرتا تھا کہ گویا اس سے بڑھ کر کوئی حظ اس کی طبیعت نے کبھی اٹھایا ہی نہ تھا۔
والطائیں اگرچہ سوسائٹی کا شائق تھا مگر اکثر دفعہ تنہائی میں چلا جاتا تھا اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ پانچ برس تک بالکل دنیا سے علیحدہ ہو کر اپنے سرگرم مطالعہ میں مصروف رہا۔

ڈسکامریٹن کی طبیعت ایک دفعہ ایسا جوش کھا اٹھی کہ گویا اس کو الہام ہوا تھا۔ تمام دوستانہ تعلقات یک قلم قطع کر کے پیڑیں کے اُجڑے ہوئے حصہ میں ایک تاریک مکان کرایہ پر لے لیا اور دوستوں سے بے خبر دو برس تک مصروف مطالعہ رہا۔

مانٹسکو نے ایک دفعہ پیڑیں کی گرم مجلسوں کو ترک کر دیا اور اپنی کتاب اور تخیل سے باہین کرنے کے لئے کتب تنہائی میں اپنے آپ کو دفن کر دیا اس کے خوش باش دوست اس کی اس حرکت پر ہنستے تھے گویا باقی کی دنیا اس کی اس غزل نشینی پر صرف خوش ہی نہ تھے بلکہ شکر گزار تھی کہ اس نے اُن ایام میں

لارڈ کلیرنڈن

دیار

ڈسکامریٹن

مانٹسکو

اپنی زوال یادگار کتاب اصول قانون سمجھ دی تھی۔

آدم سمجھنے نے اپنی پہلی تصنیف شائع کر کے خلوت نشینی اختیار کر لی جس میں وہ دس برس تک پڑا رہا۔ ہیوم نے اس کی اس تنہا نشینی پر بارہا طعن کیا مگر اس فاضل نے اپنی کتاب ویلتھ اور فدی فی شن (قوم کی دولت) شائع کر کے اپنے دوستوں اور دنیا کا اطمینان کر دیا۔

کو پچھنسا سال تک اسی کوشش میں مصروف رہا تھا کہ کوئی ایسی خلوت گاہ تجویز کرے جہاں کتون کے بھونکنے اور لڑکون کے چلانے کی آواز بالکل اس کے کان میں نہ پہنچے اور اس کے عالم خیال میں مستغرق رہنے میں کوئی شے باہر نہ ہو سکے۔

پس اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ تنہائی ان اعلیٰ نعمتوں میں سے ہے جو فطرت انسانی کے خطا کے لیے خداوند تعالیٰ نے بخشی ہیں۔ مگر بعض ایشال اس قسم کی بھی پیدا ہوئی ہیں کہ تنہائی کے بہت دیر تک جاری رکھنے سے بجائے خطا و راحت کا منبع ہونے کی سبب اور ناقابل برداشت تکلیف کا باعث ہو گئی ہے۔ مثلاً گبن نامی سوزخ آخر کار تنہائی سے تھک گیا اور ہمارے پڑھنے کے لیے اپنا یہ قول چھوڑ گیا کہ ”میں خیال کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا کہ تنہائی اور خلوت نشینی کو مطالعہ اور تخیل سے باعث تسکین بنانے کی کوشش کیوں نہ کی جائے زندگی کی ایک بڑی بے آرام حالت ہے اور جس قدر ایام میں ٹھہرتی جائے اسی قدر زیادہ تکلیف دہ ہوتی جائے گی۔“ اس کے بعد اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ ”آپ کی ملاقات مجھے اس بات کے یاد دلانے میں کارآمد

آدم سمجھ

کو پچھنسا

گبن

غرض سے نہیں بنایا گیا تھا۔

مشہور فاضل سینیکا کہتا ہے کہ تنہائی اور ہم نشینی دونوں کو اپنی اپنی باری
یعنی چاہیے۔ ایک ان میں سے ہم میں نوع انسان کی محبت اور دوسرے اپنی
ذات کی محبت پیدا کرنی ہے جب ہم مجالست سے تھک جاتے ہیں تو تنہائی ہماری
تسکین خاطر باعث ہوتی ہے اسی طرح جب تنہائی سے تنگ ہو کر گھبرا اٹھتے ہیں
تو گفتگو دل بہلا دیتی ہے القصہ ایک دوسرے کا معالج ہے۔

ڈاکٹر واسٹن کہتے ہیں کہ گفتگو اس چیز کو روشنی میں لے آتی ہے جو ہماری روح
کے پوشیدہ اور تاریک کمروں اور عمیق گڑھوں میں ساکن ہوتی ہے۔ اتفاقاً اشارت
اور واقعات سے پرانے مفید خیالات یاد آ جاتے ہیں یہ علم کے مخفی خزانوں کو منکشف
اور ظاہر کرتے ہیں جن کے ساتھ مطالعہ اور مشاہدہ نے پہلے سے دل کو معمور
کر دیا ہے فریقین کی گفتگو سے روح بیدار ہوتی ہے علم کے ذخائر باہر لانے کی
ترغیب پاتی ہے اور ان کو نوع انسان کے واسطے زیادہ مفید بنانے کے
طریق کی تعلیم حاصل کرتی ہے۔

کوئی شخص کیسا ہی فاضل کیون ہو مگر بدون گفتگو کے وہ ایک بخل کے مانند
ہے جو محض اپنے لیے جیتا ہے۔

طالب علم کو گفت و گو سے ایک معقول فائدہ یہ پہنچتا ہے کہ وہ علم بشریت
اور کاروبار زندگی سے ایسا آگاہ ہو جاتا ہے جیسے کہ پڑھنے سے کتاب خوانی
سکھتا ہے کہ شخص جو انا تہام دون کتابوں میں گزار دیتا ہے مکن ہے کہ

گفتگو

گفتگو کا فائدہ

جیالات کا ایک بڑا وسیع تر شعبہ ہیں۔ ان میں بہت سی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔
جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ قابل نفرت چیز ہے۔

وہ درویش جو ایک مکتب کی علیحدہ کوٹھری میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس کی روح پر
ایک گونہ رنگ بیٹھ جاتا ہے اور اس کے اوضاع و اطوار میں ایک قسم کی ناترشدگی
پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن سنجیدہ گفتگو اور ہم کلامی سے یہ خرابیاں رفع ہو جاتی ہیں
رنگ اُتر جاتا ہے وہ بجائے تلمیذ رہنے کے شہری اور زمین کھلانے لگتا ہے۔
ہم سایون اور دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اپنے خیالات کو زمین لباس پہنا
سیکھتا ہے اور ان کو مہذب مجموعہ میں کھڑا ہو کر ظاہر کرتا ہے رفتہ رفتہ اس کے
خیالات دنیا میں غرت سے دیکھے جانے لگتے ہیں اور مشق سے ترقی پذیر ہوتے
جاتے ہیں۔

اگر ہم اپنے دلون کو گفت و گو سے ترقی دین اپنے سے زیادہ دانا لوگوں سے
واقفیت حاصل کریں تو اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کی کوئی بات نہیں ہے پس
یہ ایک عمدہ نصیحت ہے کہ جہاں تک ہو سکے اور جس حد تک کہ ہمارے حالات
ہم کو اجازت دیں ہم علماء سے گفت و گو کی نعمت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اگر وہ
مجتہد اور کشیدہ معلوم ہوں تو تمام طرح کی منت و خوشامد سے جو چیز ان کے
پاس تمھاری علمی ترقی کے لئے مفید ہے حاصل کر لو۔

اگر تم کو کسی سوداگر۔ ملاح۔ کسان یا اور کسی قسم کے دستکار سے ہم نشینی کا موقع ملے
تو ان سے خصوصاً انھیں کے پیشہ یا فن کی نسبت گفت و گو کا سلسلہ چھیرو۔
کیونکہ ہر ایک شخص اپنے فن کو زیادہ عمدگی سے جانتا ہے اور اس اعتبار سے

جس کے ساتھ ہم ہر ایک شخص سے جو ہم کو ملے اپنے علم میں ترقی حاصل کر سکتے ہو۔
 بیان ہم ترقی کلام کی نسبت چند اور قواعد بیان کرتے ہیں اول یہ کہ
 اپنے آپ کو ایک ہی قسم کے خیالات والے آدمیوں میں مقید نہ کرو خواہ وہ نسبت
 علمی اور مذہبی امور کے ہوں اور خواہ زندگی کے عام طریق کی نسبت کیوں کہ
 اگر تم ابتدائی غلطی میں پرورش یا تعلیم پاتے رہو گے تو اسی قسم کے خیالات
 آدمی سے عادی گفتار ہونے سے تم اس غلطی میں پختہ اور مضبوط ہو جاؤ گے
 مختلف ممالک مختلف فرقوں مختلف پیشہ ورون اور مختلف قسم کے خیالات
 والے آدمیوں کے ساتھ ایک آزادانہ اور عام گفتگو کرنے سے تم اپنے غلط
 خیالات کے بہت سے دھوکوں سے محفوظ رہو گے اور عمدہ خیالات کی طرف
 راہ نمائی پاؤ گے

آشناؤں اور نا آشناؤں کی مخلوط مجلس میں ہر ایک سے کچھ کچھ سیکھنے کی
 کوشش کرو سنانے میں تیز ہوش رہو۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے موقع پر
 اپنی زبان کی پوری نگہداشت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں اپنی جہالت ظاہر نہ ہو
 اور حاضرین مجلس تمہاری نسبت بظن ہو جائیں۔

اس بات کو بھی یقینی طور پر جان لو کہ اپنے سے کم درجے کے آدمیوں سے بھی
 کچھ کچھ سیکھ سکتے ہو۔ ہم سب کو تاہم نظر انسان ہیں اور ہمارے قیاس بھی
 تنگ اور محدود ہیں اکثر ہم کسی معاملہ کے ایک ہی پہلو کو دیکھتے ہیں اور اپنی نظر کو
 اس قدر فراخی اور وسعت سے نہیں پھیلاتے کہ وہ امر متنازعہ فیہ کے تمام متعلقہ

امور تک پہنچ سکے۔ ہم خبر دی طور پر دیتے ہیں اور خبر دی ہی طور پر جاسم
 پس یہ کچھ عجیب بات نہیں کہ ہم صحیح تلج نہ نکال سکیں کیونکہ ہم پورے طور پر
 کسی مضمون کا امتحان نہیں کر سکتے اس قاعدہ کا عام طور پر لحاظ رکھو کہ جہاں
 ایک گفتگو کا میدان تمہارے قبضہ و اختیار میں ہے سوائے علمی یا عملی مضامین
 کے اور کوئی ذکر نہ ہونے پائے حتیٰ الوسع سلیقہ اور عقولیت اختیار کرو گفتگو
 کو بے کار اور فضول امورات کی طرف نہ جانے دو اور جس مضمون پر بحث ہو
 رہی ہے جب تک کہ عمدہ طور پر اور بانیجہ انجام نہ پائے اور جس وقت تک سب
 حاضرین متفق الرائے نہ ہو جائیں اُسے چھوڑ کر دوسرے مضمون کے اختیار کرنے
 کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

جب مجلس میں کسی شخص اپنے مجوزہ سوال کا نشانہ بیان کر رہا ہو یا اپنے
 قول کی تائید میں دلائل اور وجوہات پیش کر رہا ہو۔ پوری توجہ صبر اور تحمل کے
 ساتھ سنو گو وہ تمہارے خیالات کی مخالف ہوں کیونکہ تم بھی یہی چاہتے ہو
 کہ تمہارے مخالف تمہاری گفتگو اور دلائل کو صبر اور تحمل کے ساتھ سنیں
 ”آن چہ بر خود پسندی برد گیران ہم بہ پسند“ ایسے موقعوں پر بعض آدمیوں
 میں ایک بہت بڑا نقص پایا جاتا ہے کہ مقرر کی پوری تقریر کو توجہ کے ساتھ
 نہیں سنتے بلکہ ایک امر جو ابتدا میں اُنھوں نے سُن لیا ہوتا ہے اُس کی
 تردید کے واسطے مخالف دلائل کے تلاش کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں
 یہ بُری مذموم عادت ہے جب تک مقرر اپنی گفتگو کا نتیجہ نہ نکال لے توجہ کو
 کسی اور طرف نہ لگاؤ اس کے معاصدا و نشانہ کو خواہش کے ساتھ سنو

اور یہ کہ اگر کسی نے کلام میں درست اور صحیح ہون بڑی سرکشی سے ساتھ
 کی تعریف کرو۔ واجبی امور کی مخالفت کے لیے جرات کی تلاش نہ کرو بلکہ تمہارا
 علم حیا اور مخلصانہ مزاج اس موقع پر ایسا ظاہر ہونا چاہیے جیسے کہ تمہاری سرکشی
 جیسے کہ تم کو اپنی جہالت اور غلطی سے آگاہ ہونے کے لیے ہر وقت صاف
 اور راسخ نیت سے مسلح رہنا درکار ہے وہی ہے اس جہالت اور غلطی کے تسلیم
 کر لینے کے لیے شرم اور خوف کو بالکل دور کر دینا چاہیے۔ ہمیشہ اس قسم کے
 موقعوں کی تاک میں رہنا چاہیے جن میں تم اُسی مضمون کے متعلق زیادہ تر
 وقفیت حاصل کر سکو خواہ وہ کسی لفظ کی نسبت ہو اور خواہ کسی اور قسم کی شے
 کی نسبت۔ دریافت نہ کرنے سے تم ہمیشہ کے لیے جاہل رہ جاؤ گے جو بہت
 ہی قبیح بات ہے۔

کسی مجلس میں ایک سوال کی تحقیقات کرتے وقت یقینی اور مطلق کلمات کے
 ساتھ خصوصاً نوجوانی میں اپنی رائے ظاہر کرنے میں تیزی اور پیش قدمی نہ
 کرنی چاہیے اور نہ ایسے انداز سے بولنا چاہیے کہ تمہاری طرف سے اُس کا
 قطعی فیصلہ ہو جانا پابجاوے۔ کسی نوجوان آدمی کو اپنے بزرگوں کے سامنے
 سوائے سننے اور توجہ کرنے کے اور کچھ نہ کرنا چاہیے یا اُن دلائل کے چھانچنے
 میں مشغول رہنا چاہیے جو مسئلہ زیر بحث کے ثبوت یا بطلان میں پیش کیے جائیں
 اور جب تمہاری باری آوے تو اپنے خیالات اسی صورت میں ظاہر کرو کہ
 گویا تمہیں دریافت کرنا مطلوب ہے۔

یہ بات بھی بھول جانے کے قابل نہیں ہے کہ جب تم کسی سباحۂ کے موقع پر

گفت و گو کے فوائد

ایک شخص کو نادانیت و لہجہ کو سفاکانہ طرز سوالات کے اس کے اس کے
صاف مہارت کی طرف لجاؤ۔ اور پھر ایسی صورت میں اس کے معلم کو یہ گویا
تم اپنی فضیلت اُس پر نہیں جتا چاہتے۔ کیونکہ تم کو بھی بعض دفعہ ایسا ناتقہ
پڑ جائے گا کہ اپنی تعلیم اور ترقی کے لئے دوسروں سے بعض امور کے
دریافت کرنے اور اپنے دوستوں کے علم عقل اور عمدہ خیالات کے محتاج ہو گے
کسی مجلس میں اپنے آپ کو سب سے عمدہ یا اپنی قابلیت اور فصاحت ظاہر کرنے
کی اس غرض سے کوشش مت کرو کہ لوگ تمہاری تعریف و تحسین کریں سنجیدہ
مجالس میں یہ بات زیادہ تر مذموم ہے تم کو طرز کلام ایسا نہیں اختیار کرنا چاہیے
جن سے اُن لوگوں کی کاہلی اور جہالت وغیرہ کے اشارہ مفہوم ہوں جن سے

تم ہم کلام ہو۔

اپنی تمام قسم کی گفت واد خصوصاً سب علمی اور عقلی مباحثوں سے ایسے خیالات
بالکل خارج کر دینے چاہئیں جن سے کہ تمہارے دل میں یا خون میں جوش
پیدا ہو۔ تیز زبان پر شور کلمات طعنہ آمیز اور دل خراش جملے تمہاری مجلسوں میں
نہیں استعمال کیے جانے چاہئیں۔

غیر مودبانہ اور کینہ و زہن کے کلام سے نہیں نکالنے چاہئیں
اور لوگوں سے منسوب نہ کرنے چاہئیں۔ یہ سب چیزیں دوستی کی دشمنی اور
آزادانہ گفت و گو کے تباہ کرنے والی ہیں۔ صداقت کی منصفانہ تلاش کے لئے
کھل جُرب داری اور سلیم لطیفی کی ضرورت ہے عرصہ غور اور بغض کے مہیاں
رحمہ و گری تعلیم نہیں حاصل ہو سکتی۔ تاوقتہ کہ ایسے موقع ہوں اور کو ذہن نشین

کہ کرین کہ طریقہ سے ایک بند اور نور پور لکھنؤ کی سی پرے عیوب اور سرفراز
بے ثباتیوں کے ثابت کرنے کے لئے دی جا رہی ہے۔

پھر جب تم مجلس سے علیحدہ ہو جاؤ تو اپنے ساتھ تنہائی میں مشورہ کرو اور یہ چھو
کہ تم نے اپنی اور اکی ترقی۔ نفسانی خواہشوں اور اخلاقی درستی اور اپنے اوصاف
و اطوار کی تہذیب کے لئے کیا سیکھا ہے؟

اگر تم اپنی مجلس میں کسی شخص کو صاف دل۔ میانہ رو۔ غریب الطبع۔ خیالات میں
زیرک۔ منصف اور صالح شکل و صورت میں مہذب شایستہ خلیق۔ رغما اور وضع
چال چلن میں خوش آئندہ پسندیدہ اور تحسین دیکھا ہے تو ان سب اوصاف
کے خیال کو اپنے حافظہ نقش کر لینے کی کوشش کرو اور ان کی تتبع اور
تقلید کرنا ہر وقت یاد رکھو۔

سوئٹ صاحب کہتے ہیں کہ گفتگو کی نسبت سب سے عمدہ قاعدہ یہ ہے کہ
کوئی بات ایسی نہ کرو جو تمہاری مجلس کے کسی ایک شخص کو بھی اور ناگوار نہ معلوم
تاوقتہ کہ ناگوار گزرنے کی کوئی معقول وجہ نہ پیدا ہو ایک اور ضروری امر
یہ ہے کہ تم سننے کا طریقہ سیکھو اس صورت میں تم بیودہ گوون سے بھی
فائدہ اٹھا سکو گے ہمیں سقراط کی اس نصیحت کو نہ بھولنا چاہیے کہ ”بے وقوف
کی زبان اُس کے ہم نشین کے لئے کلیہ گنجینہ عقل ہے۔“

بہت سے عالم ایسے ہوئے ہیں کہ اگر ان کی طاقت گفتار کا تحریک ساتھ مقام
کیا جائے تو گویا بیابان میں نسبتاً بالکل ضعیف ہوتے ہیں ڈینی ٹریش روادور
بہ مزاج تھا ٹیلر کینہ روادور زود رنج تھا گری کو کسی نے باتیں کرتے یا ہتے دیکھا

ہی نہ تھا ہوا رکھتا۔ میں جب اس کے پاس پہنچا تو وہ
 تھی۔ سودے سے تندرنا ملائم لطیف اور ستر دھتا۔ شب و روز مصروف عبادت
 رہتا تھا گولڈ سٹمپ لکھنے میں فرشتہ تھا۔ مگر گفتگو کرنے میں ایک نادان بچہ سے
 بھی زیادہ عاجز تھا ڈسکارڈس کے عادات تنہائی اور گوشہ نشینی میں بنے تھے مجلس
 میں ہمیشہ خاموش رہتا تھا اور لوگ یہ کہتے تھے کہ اسے نیچر سے کھلے جنگلون میں
 دولت علم حاصل کی تھی آدم سمیت ہا جو کوششوں کے غفلت اور خلوت نشینی
 کی عادات کا بارگراں اپنی گردن سے نہ اتار سکا وہ اکثر غائب رہتا تھا۔ اس
 کی سنجیدگی اور متانت گفت و گو کو لوگ کشیدگی اور بد مزاجی پر محمول کرتے تھے
 حالانکہ فی الواقع اس کی نسبت زیادہ سرگرمی کے ساتھ اپنے دوستوں کو
 چاہنے والا کوئی شخص نہ تھا لایبرائٹ کہتا ہے کہ لافونٹسن مجلس میں کج خلق
 کرخت اور محبول تھا مگر اس کی تخریر اعلیٰ درجہ کے نظم کا نمونہ تھی۔

پیٹر کارڈیلی ڈی گیرٹ دا عظم جس کا ذہن رسا بالکل ہمارے شکسپر سے
 مشابہ تھا اور جو بہادرانہ خیالات کا خاکہ اس زور اور صفائی سے کھینچتا تھا
 کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مثال اس کے ساتھ کی نہیں ملتی اس کی
 ظاہری صورت میں کوئی شے ایسی نہ تھی جسے دیکھ کر اس ذہن رسا کا تصور
 انسان کے دل میں پیدا ہوتا۔ اس کی گفت و گو ایسی بے لذت اور پھلکی
 ہوتی تھی کہ سامعین ہمیشہ بے لطف اور تنگ ہو کر اٹھ جاتے تھے نیچر جس
 نے اسے ذہن رسا کی نعمت عطا کی تھی اپنی زیادہ عام بخششوں کا انعام
 دنیا بھول گئی تھی۔ وہ اسی زبان کو صحت اور درستی سے نہیں بول سکتا تھا

جس کا وہ حاکم اور ستاد کہلاتا تھا جب اس کے دوست کنایتاؤ غلطی
 دکھاتے تو نہیں کر کہہ دیا کرتا تھا کہ میں کم پٹر کار نیلی نہیں ہوں
 ڈرائیڈن کو مطالعہ نے سوسائٹی کے کام کا نہ رکھا وہ آپ اپنی نسبت کہتا ہے
 کہ میری گفت و گو سست اور کند ہے میری طبیعت ملول اور سنجیدہ ہے۔
 الغرض میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں جو مجلسوں میں مسخر اور قراحت کرتے
 ہوں حاضر جواب اور لطیفہ گو ہوتے ہیں "اڈیسین عام مجلسوں میں ایک متفکر
 طالب علم کی طرح نظر آتا تھا اور کسی نا آشنا کی صحبت میں بالکل خاموش رہتا تھا
 یہ خیالات ایک طالب علم کو بے تعلق اپنے ہم مجلسوں کے یہ خواہش لگاتے
 ہیں کہ سوسائٹی میں مل جل کر رہیں کیا کسی شخص کو مطالعہ کی زندگی کی پوری
 میں اپنی عمر حالت تجرید میں گزارنی چاہیے؟ کیا اس کو ازدواج سے کسی قسم
 کی خوشی کی امید ہو سکتی ہے؟ گزشتہ زمانہ کی مثالیں اس کی نسبت کیا کہتی
 ہیں۔ اس بارہ میں اینک ڈی اسرائیل کے بیان کے ساتھ کچھ اور شامل
 کرنے کی چند ان ضرورت نہیں معلوم ہوتی اکثر ازدواج کو ایسی حالت میں سمجھا
 گیا ہے جو اعلیٰ طبائع کی خانہ نشین زندگی کے واسطے شایان نہیں ہے کیونکہ
 اس کے ساتھ دل و دماغ کی صدمہ کا وٹون کا شامل ہونا لازمی خیال کیا
 گیا ہے سوئیڈن کے ایک صنّاع فنی نامی کا یہ قول تھا کہ شادی کرنا
 نازک اور لطیف دست کاریوں میں اعلیٰ درجہ کی دست رس حاصل کرنے سے
 مانع ہے جب مسکائل اینگلو سے گوگوں نے پوچھا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے
 تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے منہ کے ساتھ ساہ کر لیا ہے اور اس میں

طالب علموں کی ازدواجی زندگی

خانہ داری کی کافی احتیاطیں پیدا ہوئی ہیں کیونکہ میرا کام میرے بال
 بچے ہیں۔ عینوں کہ کس نے اسی اصول پر شادی کرنے سے احتراز کیا۔ خانہ
 داری کی زندگی کے تعرضات نے انہیں بھی ڈرا دیا۔ ان کے کھانے کے
 میز پر نیپلین اور کاغذ پڑے رہتے تھے۔ مال و دولت کی طرف سے بالکل
 بے پرواہ تھے اور اپنے کام میں کبھی اس غرض سے تعجیل نہیں کرتے تھے کہ
 خانہ داری کی دائمی اور ختم نہ ہونے والی ضرورتوں کے واسطے سامان
 مہیا کریں فقط۔

باب چہارم

توجہ اور حافظہ

عادات توجہ۔ صحیح اتصال۔ تلاش علم۔ قاعدہ۔ سلسل تحریر۔ نوجوانوں میں قوا ذہنی کی تربیت۔ اصلی اختلافات۔ عام حافظہ۔ متواتر شق۔ حافظہ کی نسبت فلر صاحب کے قواعد۔ حافظہ اور قوا جسمانی۔

ڈاکٹر امیر کدوم باغی نے اپنی مشہور کتاب ”دی اسٹلکیچوئل پاورس“ (قواے ذہنی) میں توجہ اور حافظہ کی تربیت اور ترقی کی نسبت نہایت اعلیٰ درجہ کے خیالات لکھے ہیں جو اس قابل ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔

اس نے اپنے ان نادر قواعد کو مفصلہ ذیل عنوان سے بیان کیا ہے۔

(۱) عادات توجہ کی تربیت کرنا یا اپنے موجودہ مقصود پر بڑے زور سے دل کو لگانا۔

(۲) صحیح اتصال کے عادات یعنی جدید واقعات اور ان کے امور کے درمیان جن کا علم ہم پیشتر حاصل کر چکے ہیں اتصال قائم کرنے کی شق کرنا۔ اور وہ وقت کو ان اصولوں سے منسوب کرنا جن کی وہ تصریح کرتے ہیں یا ان دلائل سے تعلق دینا جن کی مضبوطی اور درستی میں وہ کارآمد ہوتی ہیں اسی کو ستخیل دل کا عمل کہتے ہیں اور وہ واقفیت جو اس ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے بہ آسانی نہیں فراموش ہو سکتی۔

(۳) ان دونوں گذشتہ قواعد کے ساتھ ساتھ دل کی اس متلاشی حالت کی تربیت ہے جو ہمیشہ تمام قسم کا علم حاصل کرنے کی تلاش میں رہتی ہے جو پڑھنے گفت و گو کرنے یا مشاہدہ سے قابل حصول ہوتا ہے۔ اس قسم کے دل ہمیشہ تیار رہتے ہیں کہ نئی تحصیلات کو ان کے سوزون اور مناسب مقام پر استعمال کریں اس طرح وہ یہ آسانی قائم رکھے جاسکتے ہیں اور ان سے ایسے نتائج اخذ ہو سکتے ہیں جو بالکل صحیح اور درست ہوں۔

(۴) قاعدہ یعنی یا قاعدہ اور عمدہ طریقے سے کسی خاص مضمون کے درپے تحصیل ہونا۔

یہ سب باتیں کہتے اور سن لینے کے واسطے بہت ہی آسان ہیں مگر ان میں کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی جب تک کہ فضول اور بہودہ دل چسپیوں کو نہ چھوڑ دیا جائے اور دل کی مست اور غافل حالت کے مقابلہ میں عمدہ اصولوں کی پے روی نہ کی جائے بعض آدمی یہاں تک کہ عقیل شخص بھی اکثر ایک بڑی غلطی کر جاتے ہیں کہ بے قاعدہ اور ناگہانی مصروفیتوں میں پڑ جاتے ہیں اور دل کے سلسلہ تحقیق و تدقیق کو کھو دیتے ہیں جس میں انھوں نے ایک معقول ترقی کر لی ہوتی ہے اور اس وقت یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس غلطی سے وہ بالاطمینان جان بر نہ ہو سکیں۔ ذہنی تحصیلات کی ترقی میں اس سے زیادہ معاون کوئی چیز نہیں نظر آتی کہ مضمون کو ہر وقت عادتاً پیش نظر رکھنے کی مشق کی جائے اور ہر روز اس کے جاری رکھنے کے لیے اسباب بہم پہنچائے جائیں۔

مذکورہ بالا قواعد کے مانند اور بھی قاعدہ سے ہیں جو بچوں کی تربیت قوی
 کام میں مصروف تھا۔
 حالے کہ میں ایک بالاخانہ میں کئی اور سوچیوں کے ساتھ جوتا بنانے کے
 کے نہ صرف تیار ہی کر لی تھی اور اس پر نظر ثانی ہو کے صحیح بھی ہو گئی تھی دران
 لکھنے کے فائنر میں بواسطے (جو اس کی مشہور نظم ہے) قریب ایک نصف
 شاعر بلوم فیلڈ نامی اپنی نسبت بیان کرتا ہے کہ میں نے بدون ایک حرف
 میں متواتر اور شاق محنت سے حاصل کی گئی ہے واقعی حسرت انگیز ہے ایک
 تحریر سے مدد لیتے تھے بڑی نحس غلطیاں کرتے تھے قوت حافظہ جو بعض شال
 اپنے حافظہ پر بھروسہ کرتے تھے پورے طور پر کامیاب ہو جاتے تھے مگر وہ جو
 بے شمار باتیں یاد کرنی پڑتی تھیں۔ ان میں سے وہ طالب علم جو حسب عادت
 بیان کرتا ہے کہ مجھے بہت سی مثالیں متعلمان فن طبابت کی یاد ہیں جن کو
 امور بجائے قلم بند کرنے کے اسی پر چھوڑ دیے جاوین ڈاکٹر امبرا کو مباحثی
 سے۔ بے شک یہ مشقیات توجہ کو اور مضمون کو وسیع الفہم بنانے میں بہت
 معین ہوتے ہیں۔ مگر حافظہ کو ان سے کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی کیونکہ یہ
 مشہور امر ہے کہ حافظہ اس صورت میں زیادہ تر ترقی کرتا ہے کہ یادداشتی
 امور بجائے قلم بند کرنے کے اسی پر چھوڑ دیے جاوین ڈاکٹر امبرا کو مباحثی
 بیان کرتا ہے کہ مجھے بہت سی مثالیں متعلمان فن طبابت کی یاد ہیں جن کو
 بے شمار باتیں یاد کرنی پڑتی تھیں۔ ان میں سے وہ طالب علم جو حسب عادت
 اپنے حافظہ پر بھروسہ کرتے تھے پورے طور پر کامیاب ہو جاتے تھے مگر وہ جو
 تحریر سے مدد لیتے تھے بڑی نحس غلطیاں کرتے تھے قوت حافظہ جو بعض شال
 میں متواتر اور شاق محنت سے حاصل کی گئی ہے واقعی حسرت انگیز ہے ایک
 شاعر بلوم فیلڈ نامی اپنی نسبت بیان کرتا ہے کہ میں نے بدون ایک حرف
 لکھنے کے فائنر میں بواسطے (جو اس کی مشہور نظم ہے) قریب ایک نصف
 کے نہ صرف تیار ہی کر لی تھی اور اس پر نظر ثانی ہو کے صحیح بھی ہو گئی تھی دران
 حالے کہ میں ایک بالاخانہ میں کئی اور سوچیوں کے ساتھ جوتا بنانے کے
 کام میں مصروف تھا۔

مذکورہ بالا قواعد کے مانند اور بھی قاعدہ سے ہیں جو بچوں کی تربیت قوی

Farmer's boy.

۱

نوجوانوں میں قوی تربیت کی

جاسکتا ہے۔

(۱) متواتر توجہ اور متواتر شوق کو برانگیختہ کرتے رہنا۔ اس غرض کے واسطے یہ بہت ضروری ہے کہ جو چیز بچوں کو پڑھنے کے واسطے دی جائے وہ دل چسپ اور سرت دہ ہو۔

(۲) عادات اتصال کی تربیت کرنا اور واقعات کے باہمی تعلقات کو ایسی صورت میں بیان کرنا کہ جس میں وہ ایک دوسرے کا سبب بن سکیں اور کسی عام نتیجہ کی طرف راہ نمائی کرے۔

(۳) دل کی عام دلچسپی کی تربیت کرنا جو تمام پیش نظر آنے والے مضامین سے آگاہی حاصل کرنا چاہتی ہے۔

(۴) نوجوانوں میں حافظہ اور توجہ بکثرت کرنے سے بہت ترقی حاصل کرتا ہے بشرطہ کہ وہ بکثرت پڑھنا صرف کتابوں کے خلاصہ ہی نہ ہوں بلکہ اپنے الفاظ میں لکھے جائیں۔ مثلاً تواریخ میں سے شجرہ ہائے نسب کو لکھنا اور اور مضامین کے خلاصہ صاف اور واضح طور پر بکثرت کر کے رہنا۔

(۵) نوجوانوں کی دلی مشقیات زبانی گفت و گو سے بہت ترقی پذیر ہوتی ہیں اسی لیے تواتر امتحان از بس مفید ہے۔

(۶) نوجوانوں میں ذہنی قوی کی تربیت کے واسطے ایک نہایت اہم امر ہے کہ مضمون تحصیل بہت کوشش سے موزون اور مناسب منتخب کیا جائے

قوت حافظہ میں، اصلاح اخلاقیات، بھرپور تہذیب، روح شجاعت، اور غیر

حافظہ کے لیے مشہور ہوئے ہیں حالانکہ ان میں کوئی اور نہ ہی فضیلت نہیں
پائی جاتی۔ اس قسم کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ ایک پورا رسالہ یا کتاب صرف ایک
ہی بار سننے سے ان کو ازبر ہو جاتا ہے بلکہ مختلف قسم کی ایسی اشیا کا ایک
سلسلہ بھی یاد کر لیتے ہیں جنہیں آپس میں کچھ تعلق نہ ہو مثلاً اعداد ہندسہ کا ایک
لمبا خانہ یا ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی نہ ہوں۔ تواریخ میں ایک شخص کا حال بیان
کیا گیا ہے کہ وہ اخبار کے مضامین کو حفظ سنا دیتا تھا اور ایک دوسرے شخص کا
جو متفرق الفاظ کو جس قدر اُس کے سامنے بیان کیے جائیں یاد کر لیتا تھا
بیان تک کہ ان الفاظ کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ گئی سبب کا صاحب ایک
شخص کا ذکر کرتے ہیں کہ اُس نے ایک شاعر کو اپنی تصنیف کی ہوئی نظم پر
مناجب وہ شاعر ٹھٹھنا ختم کر چکا تو اُس شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ نظم میرا ہے
اور اپنے دعوے کے ثبوت میں اس نے ساری نظم آغاز سے انجام تک تمام
کمال یاد ستادی مصنف اس نظم کا حیران تھا مگر وہ اسی کام کو نہ کر سکا۔ ایسی
ہی حکایت ایک انگریز کی بیان کرتے ہیں جسے شاہ پرشیانے ایک پردے کے
پچھے بھجا دیا جب والٹاٹ نامی شاعر اپنی ایک جدید اور طویل نظم سنانے کے لیے
آیا۔ مگر حفظ سنانے کے امتحان میں وہ اس انگریز کے مقابلہ اپنی تصنیف کے
دعوے کو ثابت نہ کر سکا۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے حافظہ والے شخص کی
اور ذہنی قوی ضعیف اور سست ہوتے ہیں مگر اس بیان کی کوئی صلیت نہیں
معلوم ہوتی۔ کیونکہ اگر جاہل اور ناقص الفہم آدمیوں میں صرف حفظ الفاظ
کی قوت بہت بڑھی ہوئی پائی گئی تو ہم کو ایسے اشخاص کی بھی شالین یا رہیں

جو باوجود بیدار نام ہوئے کے موت حلقہ بی اسی درجہ کی رہے کہ یہ
 کہ فقیہ مسٹاکلیں کو ایسے تفسیر کے تمام باشندوں کے نام بہ خوبی یاد تھے
 جو تعداد میں قریب بیس ہزار کے تھے اور سائنسوں اپنی فوج کے ہر ایک شخص کا
 نام جانتا تھا۔

ایک اور بڑی عام ہدایت یہاں بیان کیے جانے کے قابل ہے جو اور قوی
 کی ترقی کے واسطے بھی ایسی ہی مفید ہے جیسے کہ حافظہ کے لیے۔ وہ یہ ہے
 کہ اسے ہمیشہ مناسب اور جائز مشق میں مصروف رکھا جائے اس وجہ سے قوت
 یا قابلیت مضبوط ہو جاتی ہے اور کاروبار میں پھرتا رہنے اور حصہ لینے
 کے لیے مستعد بنا دی جاتی ہے ہمارے حافظہ بچپن سے تھوڑی تھوڑی تعلیم
 کے متحمل ہونے کے عادی اور مشاق بنائے جانے چاہئیں۔ تاکہ رفتہ رفتہ
 استعمال اور کام میں لائے جانے کے لیے مضبوط ہو جائیں ملبو نامی ایک
 شخص نے ایک کچھڑا پالا۔ اُسے وہ ہر روز اپنے کندھوں پر لے جایا کرتا تھا۔
 جس قدر وہ کچھڑا بڑا ہوتا گیا اسی قدر اس شخص کی طاقت بڑھتی گئی۔ آخر کار
 اس کے اعضا ایسے مضبوط ہو گئے کہ وہ ایک بڑے بھینسے کو اٹھا سکتا تھا۔
 ہمارے حافظوں کا ایک بڑے پیمانہ میں بڑھ جانا یا کم ہو جانا
 ان کی مشق پر منحصر ہے۔ اور اگر بالکل اُسے استعمال نہ کیا جائے تو اس کے
 ضائع ہو جانے میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا وہ اشخاص جو صرف چند چیزوں کی

بہ ساری کسی شخص کا نام نہیں ہے یہ صرف لقب تھا۔ غالباً اس جگہ پر مصنف کی مراد ایران
 کے بادشاہ کی قباد سے ہے جو کیکاؤس کا باپ اور خیرشہر کا دادا تھا۔ (مترجم)

سب سے پہلے یاد کر کرنے کے عادی ہوں اپنے حافظہ میں تھوڑی چیزیں قائم رکھ سکیں گے اور وہ لوگ جو صرف ایک گھنٹہ تک پڑھتے ہیں اور اس کے اپنے حافظہ کے سپرد نہیں کرتے ہیں ضرور ہے کہ ایک ہی گھنٹہ کے بعد وہ سب کچھ بھول جائیں۔ صرف الفاظ کے یاد کر لینے سے کام نہیں چل سکتا۔ ساتھ ہی اشیاء کو بھی یاد کرو کیونکہ زبان اسی صورت میں کارآمد بنائی جاسکتی ہے جب کہ اس کا جسم اور لباس دونوں حاصل کر لیے جائیں اور تمام موقعوں پر تم اپنے خیال کو ظاہر کرنے کے لیے زیادہ تیار رکھ سکو۔

اشیاء کو ذہن میں قائم کرنے کے لیے ہم ایک اور بہت عمدہ تجویز بتاتے ہیں کہ ان پر احتیاط کے ساتھ متواتر نظر ثانی کی جائے یا اس مضمون کا ایک خلاصہ مرتب کر کے مکرر سہ کر دیکھا جائے۔

تکرار ایک ایسی مفید مشق ہے کہ ہمیں صاحب نے سن شعور سے لے کر بڑھاپے تک کوئی ایسی کتاب نہیں پڑھی جس کے حاشیوں میں اس نے نقطہ نشان اور حلقے نہ بنائے ہوں جس سے اس کی یہ مراد ہوتی تھی کہ وہ حصے نظر ثانی کے قابل ہیں۔ اور جب وہ کتاب کے ایک باب یا ایک حصہ کے خاتمہ پر پہنچ جاتا تھا تو وہ کتاب کو بند کر کے اُن تمام اقوال اور خیالات کو جو اُس میں پڑھے ہوتے تھے اپنے ذہن میں جمع کرتا تھا تا کہ تمام کتاب کے ختم ہو جانے پر وہ اُسی ترتیب سے اپنے خیالات ظاہر کرنے کے قابل ہو جس ترتیب سے وہ پڑھے گئے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے وقت کا ایک بے مثل فاضل کہلا یا۔ فلر صاحب جسے خدا نے ایک غیر معمولی حافظہ عطا کیا تھا اُس نے چند

قواعد مرتب لیے ہیں جو بیان کر کے لائق ہیں
جس چیز کو تم یاد کرنا چاہتے ہو اُس کا دل پر ایک عمیق نقش کر لو کیونکہ
یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ جو چیز مضبوط سلائی کے ساتھ عمدہ طور پر گانٹھی نہ
جائے بلکہ بے احتیاطی سے صرت ٹانگ دی جائے کسی گھبراہٹ کے وقت میں
تمہارے ذہن سے علیحدہ ہو جائے۔

حافظہ پر اس قدر بوجھ بھی نہ ڈالنا چاہیے کہ وہ بجائے ایک با وقاحت
گزار ہونے کے غلام بن جائے۔ یاد رکھو کہ آجاکس بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اگر تم میں
اوٹ کی برابر بھی عقل نہیں ہے تو اُس سے سیکھ لو کہ جب تک پورا بوجھ اُس پر
نہ لا دیا جائے نہیں اٹھتا۔ حافظہ ایک کیسہ کے مانند ہے کہ اگر تم اُس کو موم بھری
تک بھردو گے تو وہ بند نہ ہو سکے گا اور سب چیزیں اُس میں کی گرجائیں گی
ایک پیٹ کی طرح تمام چیزیں کھا لینے کی ہوس نہ باندھو کہیں ایسا نہ ہو کہ حافظہ
کی اشتہا کی لالچ میں قوت ہاضمہ کو ہی خراب کر ڈالو۔

اپنے خیالات کو نہایت ہی پاکیزہ اور خوبصورت طریق سے آراستہ کرو۔ یاد
رکھو کہ اگر ایک فرد کو باقاعدہ اور مضبوط گھڑیوں میں باندھ کر بوجھ اٹھوایا
جائے تو وہ بہت زیادہ اٹھالے گا بہ نسبت اس صورت کے کہ کھلا اسباب

جیہ اچاکس شاہ سلامی ایک بڑا بہادر اور دیو صورت شخص تھا۔ کہتے ہیں کہ ہیکٹر
نامی ایک گذشتہ بادشاہ کا مشہور زرہ دینے کے واسطے لوگوں نے اس وقت کا سب سے
بہادر آدمی انتخاب کرنا چاہا۔ جاکس کو یقین تھا کہ اُس زرہ کے پہننے کے واسطے وہی منتخب ہوگا مگر
لوگوں نے اسی اُس کے قریب کو منتخب کیا۔ وہ اس کو برداشت نہ کر سکا اور خود کشی کر لی۔ سترجم۔

اس پر رحمہ دیا جائے اور چلنے میں اس کے کندھوں پر لٹکتا جائے۔

اپنی تمام تعلیم کو ایک ہی گڈھے میں بند کرنے کی جرات نہ کرو بلکہ اس کو اپنے حافظہ اور نوٹ بکوں میں تقسیم کر دو اور وہ شخص جو اپنے تمام ذخائر تحصیلات کو سرسری طور پر لئے پھرتا ہے کسی سخت بیماری کے صدمہ سے ایسا ہی مفلس رہ جائے گا جیسا کہ وہ دیوالیہ جو اپنی تمام دولت کمزیر میں باندھے ہوئے تھا جب کہ چوروں نے گزشتہ شب کو اس کے کپڑے تک اُتار لیے تھے۔

ایک شخص کی بیاض رپاکٹ بک بہت سے خیالات کو محصور رکھتی ہے جن میں وہ ہر وقت آگاہ ہونے کی صورت میں ایک جہاں فروغ نکال سکتا ہے۔

ایک مشہور فاضل نے قواس ذہنی کی ایک اور کیفیت بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ شاید حافظہ کے مضمون کی نسبت عام خیال یہ ہے کہ اس کا حصہ توجہ پر ہے اور جس قدر ہم ایک چیز کی طرف زیادہ متوجہ ہوں گے اُسی قدر زیادہ عمدگی سے یاد کر سکیں گے کسی خاص تحصیل کی نسبت یہ مقولہ صحیح ہے اگر ہم دل کی تمام طاقت کو ایک ہی امر پر لگا دیں تو کچھ شک نہیں کہ اجتماع قوت سے وہ امر فائدہ اُٹھائے گا مگر حیثیت مجموعی یہ حافظہ پر اثر نہیں کرتا عام طور پر حافظہ کو بڑھانے کی یہ تدبیر ہے کہ ہم قواس جسمانی کی صحت اور توانائی کو ترقی دیں۔ اُن کے فضول مصروفیت سے بچیں۔ طبیعت کو مشتعل نہ ہونے دیں۔ اور جس قدر قواس جسمانی کی مضرت کے باعث ہیں اُن سے محفوظ رہیں عام جسمانی صحت کے قواعد ہم کو یہ سب امور سکھا دیں گے یا یہ کہ اور قوی کے صرف سے رمان کو بڑھایا جائے مگر اس آخری قاعدہ میں انجام پر کوئی کفایت نہ ثابت ہوگی۔ فقط

باب چہم

درست صحت اور سست عادات

مطالعہ کے جسمانی اثرات فوائد صحت - دل اور جسم شکم پر پی - عادات شراب خواری
رات کا مطالعہ - رات کے کام کی تعریف - مشہور مثالیں - ضروری نیند - سخت
وزرش - سست عادات پر پروفیسر ہلیکی کی رائے - کھلی ہوا میں - ورزش کا
دباؤ - طبیعت کی شگفتگی - قوی ذہنی کی سخت مشق -

مطالعہ کے جسمانی اثرات

یہ ایک پرانی شکایت ہے کہ مطالعہ اگرچہ دل کے واسطے از بس ضروری ہے جسم
کے لئے مضر ہے سلس نامی ایک مشہور حکیم کا قول ہے کہ وہ لوگ جو کم زور طبائع
رکھتے ہیں - جیسے کہ زیادہ محنت برداشت کرنے والے - اُن کو بہ نسبت دوسروں کے
زیادہ محتاط ہونا چاہیے کہ جس چیز کا وہ اپنی کثرت مطالعہ سے اعصاب کر رہے ہیں
جسمانی صحت کی طرف متوجہ ہو کر اس کی اصلاح کر دیں اور بیوقوف صاحب
کہتے ہیں کہ یہ ایک مشرم والی بات ہے کہ عام لوگ اپنے دن اور راتیں بے فائدہ
تحقیقات میں صرف کر دیں اور فن حفظان صحت سے غافل رہیں -

سب سے بڑے دو ہی منبع ہیں جن سے محنت کش لوگوں کی تکلیفات پیدا ہوتی
ہیں یعنی دل کی متواتر مشق اور مصروفیت اور جسم کی مسلسل آسائش اور تن آسانی
کیونکہ جیسے وہ دل کی مصروفیت میں چلتا اور چالاک ہوتے ہیں ویسے ہی جسم
میں کاہل اور سست ہوتے ہیں -

فوائد صحت

تمام ذہنی ریاضتوں کی بنیاد جسمانی قوی پر ہے۔ کوئی شخص آسانی سے اس
 امر کو فراموش نہیں کر سکتا اور نہ اپنے آپ کو خالص روح بے گوشت و مغربے پوست
 خیال کر سکتا ہے لاکھ حساب کہتے ہیں کہ اگر تحصیل علم میں ہم اپنی صحت کو تباہ کر رہے
 ہیں تو گویا ہم ایک ایسی چیز کے لئے محنت اٹھا رہے ہیں جو ہمارے لئے یا نکل
 بے سود ہوگی۔ اگر ہم اپنے جسم کو (گو زیادہ مفید بنانے کے خیال سے) خطرہ میں
 ڈال کر اپنے تئیں اُن قابلیتوں کے حاصل کرنے سے محروم کرتے ہیں جن
 کے لئے خدا نے ہم کو کافی قوی عطا کیے ہیں اور زیادہ قوی الجستہ آدمیوں کے
 برابر محنت اٹھاتے ہیں جو فی الواقع ہمارے حصہ میں نہیں ہے تو اس طرح خلائق
 منشاء ایزدی عمل کرنے سے ہم خدا کا ایک گونہ گناہ کرتے ہیں کیونکہ نبی آدم
 اور اپنے ہم سایوں کی جو خدمت ہم کم قوت اور کم علم رکھنے کی صورت میں کر سکتے
 تھے جسم اور جان کی تباہی کی صورت میں ہم نہ کر سکیں گے وہ شخص جو اپنے جہان
 کو زیادہ بوجھ سے لاد کر غرق کر ڈالتا ہے خواہ اوس نے اُس پر سونا چاندی اور
 جواہرات ہی لادے ہوں وہ اپنی واپسی پر اپنے آقا کو ویسی ہی بد خبری سنائے گا
 جیسی کہ مٹی لاد کر ڈبو دینے میں ہوتی۔

دل اور جسم کے درمیان بہت قریبی رشتہ ہے۔ مثلاً روزانہ مشاہدات سے ہم معلوم
 کر سکتے ہیں کہ دل کے عمل کو قوائے معدہ پر کس قدر اثر حاصل ہے۔ ہر ایک شخص
 بذاتہ اس کا تجربہ کر سکتا ہے کہ جس قدر ایک آدمی زیادہ سوچتا ہے اور دل کی
 قوت تخلیہ سے جتنا زیادہ کام لیتا ہے اسی قدر زیادہ آہستگی اور دقت کے ساتھ
 اپنی خوراک ہضم کر سکتا ہے برعکس اس کے جس قدر ایک آدمی کا دل تفکرات

سے زیادہ آزار ہوتا ہے اسی قدر سرعت اور خوبی سے کھانا ہضم کرتا ہے۔

شکر

ہر ایک شخص کو اس امر کی بھی احتیاط نہایت لازمی ہے کہ معدے کو معمول
سے زیادہ کام بھی کرنے کے لئے نہ دے دیا جاوے۔ فرنیکلن صاحب کا یہ ایک
مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ فی صدی نوے بیماریاں آدمی کو شکم پری سے پیدا ہوتی
ہیں اور انتھی صاحب جو ایک فاضل اور یگانہ ڈاکٹر تھے اپنے ایک لکچر میں سامعین
کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”میں تم کو صداقت اور ایمانداری سے بتاتا ہوں
کہ نوع انسان کی تا علاج بیماریوں کا سب سے بڑا باعث سوائے اُن کی بسیار
خواری اور شکم پری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا جس سبب سے کہ وہ اپنے آلات
ہضم سے بہت کثرت کے ساتھ کام لینا چاہتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی جسمانی
صحت میں نقص اور خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس بارہ میں صرف کھانے
ہی کی نگاہداشت نہ کرنی چاہیے بلکہ شراب نوشی کی بھی۔“

عادات شراب خواری

ڈاکٹر صاحب اپنے ایک رسالہ ”علماء کی صحت“ میں بیان کرتے ہیں کہ ”میں
ایمانداری سے اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اُن لوگوں کا علاج زیادہ تر میں
نے یہ کیا ہے کہ اُن کی شراب کی خوراک کم کر دی۔ تمام قسم کی گرم شرابوں کے
استعمال کی ممانعت کر دی اور ورزش کی طرف توجہ دلائی اور انہی کو میں نے
تمام معالجون میں سے زیادہ مفید پایا یہ بھی لوگوں کا غلط خیال ہے کہ شراب
خواری کی عادت چھوٹ نہیں سکتی اور اس کا چھوڑنا خطرناک ہوتا ہے۔ مگر
جہاں تک مجھے اس بارہ میں تجربہ ہوا ہے میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ اُس
میں کوئی خوف و خطر نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو اس کا مداغ اس طور پر ہو سکتا

مطالعہ شب ایک اور مضمون ہے جس پر وہ طالب علم جو اپنی کامل صحت کے خواہان ہیں زیادہ تر توجہ نہیں دے سکتے۔ وہی مصنف جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے بیان کرتا ہے کہ ”تیز رات کا مطالعہ جو کئی وجہ سے مضر ہے طالب علموں کی بیماریوں کا ایک باعث ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب رات کا زیادہ حصہ مطالعہ میں گزر جاتا ہے تو سونے اور آرام کرنے کے لیے کافی وقت نہیں رہتا اور نہ نازک خواب خیالات کے قوی جوش پر غالب آ سکتا ہے۔ کیونکہ دماغی اعصاب کی حرکت جاری رہتی ہے اور باطنی حواس کو کامل طور پر آرام نہیں حاصل ہو سکتا جو قدرۃً اس غرض کے لیے بنائے گئے ہیں کہ آرام پا کر ہماری قویٰ کی صرف شدہ طاقت کی کمی کو پورا کر دیں۔ اسی طرح سونے کے واسطے بھی وہ ایک ناموزون وقت قرار دیتے ہیں کیونکہ نیچر نے رات کا ابتدائی حصہ آرام شروع کرنے کے لیے زیادہ تر مناسب وقت مقرر کیا ہے۔ رات کا شروع اور اس وقت کی ناپاک ہوا میں خود سونے کی ترغیب دے رہی ہوتی ہیں اندھیرا اور خاموشی اس کے معاون اور مؤید پیدا ہوتے ہیں علاوہ ازیں رات کی ہوا ٹھنڈی اور مرطوب ہوتی ہے اور جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو اکثر مہموانوں کو اپنی طاقت گھٹتی معلوم ہوتی ہے اور ان کی رغبتوں کے خلاف بھی رات ان کو مثل بعض درختوں اور پودوں کے سونے کے لیے مجبور کرتی ہے۔

تمام امور اس رات کا حصہ بنتے ہیں کہ قدرت نے ابتدائی حصہ

رات کا سوئے کے لیے بچو نہ لیا ہے۔ رات کی ہوا مطالعہ کے لیے بہت سرد
ہوتی ہے۔ مشہور دین سوی ٹن صاحب ایک نفسی آدمی کا ذکر کرتے
ہیں جسے غروب آفتاب کے بعد تھوڑا عرصہ کسی کام میں دل لگانے یہاں
تک کہ ایک خط کے پڑھنے سے بھی مرض نفوس کا دورہ ہو جاتا تھا۔

یہ بات بھی ہم کو نہ بھولنی چاہیے کہ مطالعہ سے خون دماغ میں جاتا ہے
اور کوئی چیز اس سے زیادہ خوف ناک نہیں ہو سکتی کہ بسترے میں مطالعہ
کیا جاوے کیونکہ سونا اور سونے میں جسم کی حالت یہ دونوں خون کی
مقدار میں بڑھاتے ہیں۔

پس رات کا مطالعہ اُن تمام خرابیوں کی پیدائش کا باعث ہوتا ہے جو آرام
کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اعضاء مذکور کو زیادہ تر صدمہ پہنچتا ہے عصبانیت
یا تو خراب ہو جاتے ہیں یا سخت حرکات سے اُن میں شورش پڑ جاتی ہے۔
اس سے بے ربط خیالات کے سلسلے۔ بے شمار توہمات۔ خلل دماغ اور
درد سر پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر کار نیند اور آرام کی خواہش دور ہو جاتی ہے
اور اس کا علاج بیماری کا نام انجام پر مملک خرابی رکھا جاتا ہے۔

بیداری شب کی مضرتیں گیس اور شمع کے اثرات سے جو اپنے بخارات سے
ہوا کو متعفن کر دیتے ہیں زیادہ تر ترقی پکڑتی ہیں۔ یہ اجزات پھیپھڑوں۔
آنکھوں اور اعصاب کے واسطے زہر قاتل سے کم نہیں ہوتے۔ پس کثیر
المنفعت یہی بات ہے کہ مناسب وقت پر بسترے پر جائیں اور علی الصبح
جاگین صبح کا وقت مطالعہ کے لیے از بس مفید اور مبارک ہے۔ عربی میں

وقت السحر۔

رات کے مطالعہ کی نسبت بعض لوگوں نے مفید رائے بھی ظاہر کی ہیں گو
اطبا اس کی بھر بھی اجازت نہ دین کے کا دن مل میگزین کے ابتدائی
نمبروں میں کسی مجربہ کار اور لائق شخص نے ایک مضمون ”کاروبار“ پر لکھا ہے
وہ شخص رات کے مطالعہ کے حق میں مفید رائے دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ ”اگر
تم رات کے وقت ایک گھنٹہ بھی کام کر سکو وہ ایک گھنٹہ دن کے دو گھنٹوں
کے برابر ہوتا ہے۔ اس وقت اندر اور باہر تمام طرف خاموشی ہوتی ہے۔
دماغ صاف ہوتا ہے۔ دل کے پریشان اور سرسبز کرنے والے اثرات ختم
ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے خیالات سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اب کیا کیا جا
اور کون سی مشکل کا سامنا ہوگا۔ تم کو معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اور خارجی
دنیا کے مابین ایک خلیج واقع ہو گئی ہے جو بنزلہ موت کی کھاڑی کے ہے اور یہ کہ
تم کو کل کی فکر نہ کرنی چاہیے جب تک کل نہ آجائے۔ ایسے عظیم اور دقیق خیالات
بہت کم ہیں جو خاموش ستاروں کے سایہ میں حل نہ ہو جائیں۔“

یہاں پر ہم مطالعہ شب کی نسبت بعض فاضل اشخاص کے عمل بیان کرتے ہیں
طہامسن بدیع مشہور سوانح نویس اور موعظ اپنے ابتدائی ایام میں اس لیے
مشہور تھا کہ وہ اپنے فہم کے وقت میں سے مطالعہ کے لیے چند گھنٹہ چراتا تھا۔
ایزک ولسن ان تین سالوں میں جب کہ وہ سٹورفیلڈ کے ساتھ رہتا
تھا یہاں تک غیر معمولی سرگرمی سے مطالعہ میں مصروف رہا کہ اس کی جسمانی

رات کے کام کی تعریف

مشہور شائیں

کے واسطے اس نے کوئی وقت نہیں مقرر کیا تھا بلکہ یہ کہ اس نے اپنے آرام اور خواب کے گھنٹے بہت کم کر دیے تھے

دوڑ بڑے زور اور دل چسپی کے ساتھ فسا نجات کے نیم شبی مطالعہ کو بیان کرتا ہے جن کو وہ اور اس کا باپ مل کر پڑھتے تھے کتاب کا بند کرنا وہ جانتے ہی نہ تھے جب تک کہ ختم نہ ہو جائے بعض اوقات طلوع آفتاب کے وقت آبا بیلوں کی آواز سن کر اس کا باپ چلا اٹھتا تھا ”اٹھو۔ بھاگو۔ چلو۔ سوئیں۔“

لیغا صاحب کا یہ قول ہے کہ رات کو چراغ کی روشنی میں کتاب پڑھنے کے برابر دنیا میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے دوپہر کو بھی باغ میں کتاب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیا تھا مگر اپنی پسندیدہ روش کے مقابلہ میں اس محنت کو وہ بالکل فضول اور رائگانہ بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ رات کے وقت چراغ کی روشنی میں لکھنے سے خیالات مضمر ہوتے جاتے ہیں فوریس جیسے عالم کی تحریروں کو وہ سنہری اور نسخر سمجھ کر رو کرتا تھا اور بڑے زور کے ساتھ یہ جملہ کہا کرتا تھا کہ ”آفتاب کی روشنی میں آج تک ایک نظم بھی نہیں لکھی گئی۔“

ڈی کو ان سی صاحب کا لرح صاحب کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ بالکل چراغ کی روشنی میں اسی طریق سے زندگی بسر کرتا تھا جو نیسیکا صاحب نے روم کے تعیش کے زمانے کا بیان کیا ہے۔ تیسرے پہر کو دو یا تین بجے کے وقت فیلسوف شاعر اپنی شکل دکھاتا تھا اور رات کے سناٹے میں جب کہ گریں میں کی خاموش جھوپڑیوں کی روشنی بالکل تاریکی سے تبدیل ہو جاتی تھی تو دیر سے

آگے والے مسافروں کو کالہ سرج کا چہرہ شب بلاناغہ جلیبا دکھائی دیتا تھا اور صبح
سات یا آٹھ بجے جس وقت لوگ بستر چھوڑ کر اپنے اپنے کاروبار کے لئے
باہر جا رہے ہوتے تھے تو یہ عاشق خیال سونے کے لئے اٹھتا تھا۔

ضروری نیند

بہر نوع کسی نہ کسی وقت سونا لازمی امر ہے۔ ڈاکٹر فادیس ون سلو کہتے ہیں کہ علم
ترکیب جسم انسانی میں اس سے واضح تر اور کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ بیداری کے گھنٹوں
میں دماغ اور اس کی قوی صرف ہوتی رہتی ہیں اور خوابیدگی کے وقت میں
اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ اگر وہ تلافی صرف کے برابر نہ ہو تو دماغ پر اگندہ ہو
جاتا ہے اور اسی کو دیوانگی کہتے ہیں۔ انگلستان کی قدیم تاریخ کا یہ ایک مشہور
واقعہ ہے کہ جن لوگوں کی نسبت موت کا فتویٰ دیا جاتا تھا ان کو سونے
نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ وہ دیوانہ ہو کر خود ہی مر جاتے تھے۔ اور یہ بھی
صحیح ہے کہ جو لوگ بھوک سے تباہ ہوئے وہ عموماً دیوانے ہو کر مرے یعنی دماغ
کی پرورش نہ ہوئی اور نہ وہ سو سکے۔ اس سے تین عملی نتائج مترشح ہوتے ہیں
جن کو ہم ذیل میں بیچ کرتے ہیں۔

اول۔ جو لوگ زیادہ سوچتے ہیں اور دماغ سے زیادہ کام لیتے ہیں نیند کے
زیادہ تر محتاج ہوتے ہیں۔

دوم۔ جو وقت ضروری نیند سے بچا لیا جاتا ہے دل و دماغ اور جسم کے واسطے
لا علاج تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

سوم۔ اپنے آپ کو۔ اپنے بچوں۔ اور لوگوں کو جو تمہارے متعلقین میں سے
ہیں پورا عرصہ سونے کے واسطے دو۔ ان کو اس بارہ میں مجبور کرو کہ باقاعدہ

طور پر سویرے سو رہیں اور صبح کے وقت آپ ہی جال اٹھیں۔ کوئی دوسری
ہفتوں میں طلوع اور غروب ہونے والے آفتاب کی باقاعدگی کے مانند تیر خود
اٹھیں اس بات کا عادی بنا دے گی کہ وہ باقاعدہ طور پر سونے اور جاگنے
و اسے ہو جائیں۔ یہ ایک مسلمہ اور قابل عمل قاعدہ ہے۔ اب یہ امر باقی رہ گیا ہے
کہ ہر شخص کو کس قدر سونا چاہیے۔ اس کے لیے کوئی عام اندازہ نہیں مقرر کیا
جاسکتا ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق خاص قاعدہ خود بنا لے گا۔

دماغ کی شہید سختی کے وقت عضو مصروف میں خون جوش کھا آتا ہے۔ سر اور
گردن کی نالیان خون سے بھر جاتی ہیں جیسا کہ چہرے کی سُرخی سے عیان
ہوتا ہے اور اگر یہ حالت انتشار بہت دیر تک جاری رہے تو نالیوں کی قوت
کشش ضائع ہو جاتی ہے اس سے تیزی ذہانت کو صدمہ پہنچتا ہے۔ قرار
واقعی طور پر نیند کا عمل پورا نہیں ہو سکتا اور جو بات سب سے زیادہ خوف ناک
ہے وہ یہ ہے کہ وہ حیات بخش عرق دماغ کی کمی پورا کرنے کے لیے دہان تک
جائیں سکتا۔ دراز بے خوابی کی بعض عجیب و غریب مثالیں ذہنی قوت کے
بے حد استعمال کے نتائج میں سنی گئی ہیں بوسہا و بیان کرتا ہے کہ ایک
موقع پر جب میں کسی خاص مضمون میں مشغول تھا تو چھ ہفتوں تک میں نے
سونے کے لیے آنکھیں نہیں بند کی تھیں جنرل پچ گرو نے سرگلیٹ بلیس کو
لکھا تھا کہ جس سال میں میں جنگ میں مشغول تھا اس سال دن رات کے
چوبیس گھنٹوں میں سے میں صرف ایک گھنٹہ سویا کرتا تھا۔ ایسے ہی اور بہت
واقعات ہیں مگر اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ مبالغہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ لوگ

صحیح امر ہے کہ نیند کے ضروری وقت میں سے کسی معقول حصہ کا ستوا ترک کرتے
جانا صحت کو نہایت ہی خطرناک صدمہ پہنچاتا ہے ڈاکٹر ہف فیلڈ صاحب
اپنی ایک کتاب میں نیند کے بیان میں ایک عالم کا ذکر کرتے ہیں کہ جب یہ
شخص اپنے دل پسند مطالعہ میں مصروف تھا تو دن رات میں صرف چار
گھنٹہ سویا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اُس کی اس شاقہ محنت کا نتیجہ ایک عجیب
صورت میں ظاہر ہوا۔ یعنی اُس نے ایک بار ایک حکیم سے بیان کیا کہ اگرچہ میں
صحیح دلائل کا ایک معقول سلسلہ اپنے ذہن میں جمع کر سکتا ہوں لیکن جب اپنے
خیالات کو کاغذ پر لکھنے کی کوشش کرتا ہوں تو لکھا ہوا مجموعہ محض بیہودہ اور
بے ربط الفاظ میں ہوتا ہے لکھتے وقت میرے خیالات اس قدر سرعت اور
تیزی سے نمایاں ہوتے ہیں کہ ناپوستگی خیالات کو میں بالکل نہیں معلوم کر سکتا
لیکن جب اُن کو پڑھنے کے واسطے کہیں ٹھہر جاتا ہوں تو اُس وقت معلوم ہوتا
کہ کاغذ پر محض بے معنی الفاظ لکھے ہوئے ہیں جن خیالات کو میں لکھنا چاہتا تھا اُن
کو الفاظ سے کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی چنانچہ ایک دفعہ جب مجھے اپنے ایک
دوست سے کتاب منگوانی تھی میں نے اسی غرض سے جو رقعہ اُس کو لکھا تھا اُس
کے مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ میں نے بجائے درخواست طلب کتاب کے سقراط
کی وہ دعا لکھ دی ہے جو افلاطون نے بیان کی ہے سرانحک بنیوٹن نے
اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیداری سے بہت تکلیف اٹھائی تھی۔ ہر ایک طبیب
اس امر کو جانتا ہے کہ متواتر بے خوابی جسمانی اور ذہنی دونوں حیثیتوں کو بہت بُرا

میں ایک قسم کی غیر معمولی صفائی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کام رفتہ رفتہ اُن کو
 ناگوار معلوم ہونے لگتا ہے۔ دفعۃً حافظہ کی ناکامی سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں
 کام کرتے کرتے غم و غصہ اُن پر سوار ہو جاتا ہے اور زیادہ دیر تک اپنی توجہ کو ایک
 طرف قائم نہیں رکھ سکتے۔ آخر کار انھیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ذہنی قابلیتیں اُن
 سے نکال کر باہر رکھ دی گئی ہیں اگر ان آگاہ کرنے والی علامتوں کی بروقت احتیاط
 نہ کی جائے تو لاعلاج خرابیوں میں گرفتار ہونا اُن کی یقینی اور آنے والی
 قسمت ہوگی۔

حق درزش

کافی نیند کے علاوہ طالب علموں کے واسطے ورزش کرنا بھی ضروری ہے بیان
 تک کہ ہم اس کی ضرورت۔ اہمیت اور لزوم کا مبالغہ کرنے سے عاجز ہیں ڈاکٹر
 فلد صاحب لکھتے ہیں کہ گھوڑے کی سواری سب سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ درجہ
 کی ورزش ہے کیونکہ اس میں سست اور چست دونوں قسم کی ریاضتیں شامل
 ہیں۔ چلنے۔ دوڑنے۔ بھاگنے۔ یا اور اس قسم کی ورزشوں میں زیادہ محنت اور طاقت
 کی ضرورت ہوتی ہے چین صاحب اپنے مشہور رسالہ دی انگلش میڈیکل مین
 جو فلد صاحب کی کتاب سے قریباً بیس برس بعد لکھا گیا تھا۔ گھوڑے کی سواری
 کا نام قسم کی ورزشوں سے عمدہ ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی نسبت وہ یہ دلائل
 بیان کرتے ہیں کہ گویا وہ پھرنے سے بھی وہی نشا ہے جو سواری سے ہے
 لیکن پیادگی زیادہ محنت طلب اور دشوار ہے۔ طالب علم کی ورزش کے ساتھ
 یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کی دل چسپی شامل ہو تھنا چلنے یا سوار ہو جانے سے

پچھروں میں ہوتی مادی سے نہ دوسرے جگہ اوکارا اور اندیون سے عالی نہ ہو
 اگر سیر و تفریح کے گھنٹوں میں مطالعہ بھی جاری رکھا جائے تو یقیناً ان دونوں
 اغراض میں سے ایک بھی پوری نہ ہوگی۔ ایسے اوقات میں ایک دوست رجو
 مصنف نہ ہو بہتر رفیق ثابت ہوگا۔

ایک ایسا شخص جو فطرۃً قوی الجتہ ہوا اور صاف اور مضبوط دماغ رکھتا ہو سالہا
 سال تک ہر روز بارہ یا چودہ گھنٹے کام کر سکے گا بشرطے کہ اتنے بڑے وقت کے
 صرف کرنے کے بعد صرف چند ساعتیں ہی جو تفریح و ورزش اور نیند کے واسطے
 کافی ہوں وہ ہر روز نکالتا رہے لیکن ورزش کی کمی قوت ہاضمہ اور اس قسم کی
 اور قوی کو ضعیف کر کے صحت آوڑ اور عمدہ خون کا دماغ کی طرف بہنا کم کر دیتی ہے
 دماغ کو ایک بہت بڑی مقدار میں خون کی ضرورت ہوتی ہے خاص کر جب کہ
 دماغی مادہ دماغی ریاضتوں سے کم ہو جاتا ہے اور حسب معمول قوائے جسمانی پر
 بے حد ذہنی ریاضت کشتی کا مخصوص صدمہ پہنچ جاتا ہے قوائے جسمانی کی کمزوری
 نیچر کا ایک مخلصانہ اور مشفقانہ سامن (اطلاع نامہ) ہے اگر ہم بروقت اس کی
 طرف توجہ کریں تو کچھ شک نہیں کہ اس کے بعد آنے والے خطرناک نتائج سے ہم
 محفوظ رہیں سب سے عمدہ واقعہ اور عجیب علاج اس کے لیے اوسط درجہ کی
 ریاضت کا بکثرت کرنا ہے۔

پروفیسر بلدی کی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی تندرست
 ہو مگر مضبوط نہ ہو مگر تمام قسم کی صحت کا مدار کم و بیش طاقت پر ہے اور تمام
 بیماریوں کا منبع کمزوری اور نا طاقتی ہے۔ اب ایک آدمی قانون فطرت کو نبھو

است عادات پر پروفیسر بلدی کی را

کی متواتر اور معجزہ کی ورزش ہے اور جو چیز اس قوت کے عمل کو کم کرتی ہے یا
رکھتی ہے وہ شل اتھ ہوا یا پالا، وہ بڑھاؤ کو بند کر دے گی اور پیداوار کو روک دیگی
پس طالب علم کو بخیرہ طور پر یاد رکھنا چاہیے کہ کمری پر بیٹھے یا میز پر جھکے یا کتاب
میں محو رہنے سے جسم کبھی نہیں بڑھ سکتا صرف ورزش ہی سے خون متحرک ہوتا
ہے اور اعصاب آزادی کے ساتھ اپنا عمل کرتے ہیں اگر ورزش نہ کی جائے تو
بیماریوں کے لاحق ہونے میں نیچر کا کچھ قصور نہ ہوگا۔

ہر ایک طالب علم کو یہ مصمم اور مقدس ارادہ کر لیا جائے کہ ہر روز کھلی ہوا
کم سے کم دو گھنٹے تک پھرے۔

اگر وہ اس کا پابند نہ ہو سکا تو پانوں کا ٹھنڈا ہونا گوشت کے ڈھانچہ کے اندرونی
حصوں کے متحرک ہونے کی رفتار کا بند ہونا معدہ اور دماغ کی بے شمار بیماریاں
مناسب وقت پر اس کو اس امر کی اطلاع کرنے سے نہ چو کین گی کہ وہ نیچر کا بہت
بڑا قصور کرتا رہا ہے اور اگر اس وقت بھی خبردار ہو کر نہ سنبھلا اور اپنی غلطی کی
اصلاح نہ کر لی تو خطا کار لوٹنے کی طرح سخت زد و کوب کا اسے مستحل ہونا پڑیگا
کیونکہ نیچر دنیا کے رحم دل انسانوں کی طرح نہیں ہے کہ کسی وقت اپنے سلوک
میں وہ ترحم اور معافی سے بھی بڑا دو کرے گی۔

۔ لیکن ایک طالب علم کو بیٹھ کر رہنے کی کاہل اور ناتن درست عادت کیوں اختیار کرنی چاہیے؟ ایک شخص کھڑے ہو کر بھی ایسا ہی سوچ سکتا ہے جیسا کہ بیٹھ کر اوڑھ پڑھنے کی نسبت ان ایام میں جب کہ بیماری اور روزنی کتابین ارزان اور ملکی

مل سلتی ہیں تو کیا ضرورت ہے کہ ایک شخص اپنی پشت کو چھبکا کر اور گردہ ہرا کیے
 ہوے صرف اس لیے پڑا رہے کہ اس کے ہاتھ میں کتاب ہے یا ایک شخص کمرے
 میں ادھر ادھر ٹھل کر کوئی نظم یا ناک زیادہ عمدگی اور اثر کے ساتھ پڑھ سکتا ہے
 بہ نسبت اُس کے کہ کرسی میں بیٹھ کر اونگھا کرے اور پڑھے۔ بیٹھنا فی الواقع ایک
 سست اور منحوس عادت ہے اور اس سے پرہیز واجب ہے لیکن جب ایک
 شخص بیٹھتا ہے یا اُس کو بیٹھنا ضروری ہے تو بہر صورت سیدھا بیٹھنا چاہیے تاکہ
 پشت اُس کی بالکل بے خم ہو اور سینہ پورا ابھرا ہوا ہو۔ نیز جب کسی زبان کا مطالعہ
 کر رہا ہو یا نظم کے کسی عمدہ حصہ کو پڑھ رہا ہو تو اُس کو تا اسکان بلند آواز سے پڑھنا چاہیے
 کلیمنس اوف الکنڈریا نے اسے بہت پسند کیا ہے اس قاعدہ سے دو گونہ
 منفعت حاصل ہوتی ہے ایک تو انسان کے جان بخش عنصر یعنی پھیپھڑے کو
 تقویت۔ اور دوسرا امتیاز صوت کی تفہیم مگر افسوس ہے کہ ہمارے مدارس نے
 نہایت بیہودگی اور بے پروائی سے اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ
 بہت سی صورتوں میں ایک طالب علم کے اُس علم کے درمیان جس کے وہ پورے
 تحصیل ہے اور اُن کا ہل عادات میں جن میں طالب علم اکثر گرفتار ہو جاتے ہیں
 کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔

مسٹر ہمپرٹن کا قول ہے کہ بڑے شہروں کے باشندے دیہاتی کھیلوں اور
 تماشوں کی جگہ اپنے اکھاڑوں کی ورزشوں سے کام لیتے ہیں ان ورزشوں
 میں ایک فضیلت یہ ہوتی ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر کی جاتی ہیں اور قوت طلب

کی قوت اور فرحت بخش ہوا کمان سے پیدا کر سکتا ہے۔ یہیں صرف ورزش
 ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کھلی ہوئی صحت کے واسطے اربس لازمی ہے۔ سقف
 آسمان کے نیچے بسر کرنے والوں کی روح کو جو لذیذی اور عظمت حاصل ہوتی ہے
 وہ شہر کی بوسیدہ چھتوں کے نیچے گزر کرنے والوں کو کب نصیب ہو سکتی ہے
 جی سیٹ لوگوں میں یہ ایک مسلم اصول تھا کہ ہر دو گھنٹوں کے مطالعہ کے
 بعد طالب علم کے دل کو کم و بیش کسل کے باعث سست جانا چاہیے۔ اس
 بارے میں وہ سینی کا خاصہ کی نصیحت پر کاربند ہوتے تھے جو اُس نے اپنے
 رسالہ "دی ٹرنکیو ایلٹی ادن دی سول"۔

(The Tranquillity Of The Soule)

کے خاتمہ پر لکھی ہے کہ تو اتر محنت سے روح مرده ہو جاتی ہے اس لئے دل کو
 ساعت بہ ساعت انواع و اقسام کی دل چسپیوں سے تفریح دینی چاہیے۔
 اگر یہ روایت صحیح ہے تو یون بیان کیا ہے کہ سقراط ایک لکڑی کے گھوڑے
 پر سوار ہو کر ورزش کیا کرتا تھا جس سے اُس کا شاگرد السی بی ایڈیٹس اُس پر
 ہنسا کرتا تھا۔

فرانس کا مشہور فسانہ نویس ایٹو گن سوس ہر صبح کو دس بجے تک لکھا کرتا تھا اور
 دن کا باقی حصہ یا تو اپنی دیہاتی جاگیر میں گھوڑے کی سواری میں گزارتا تھا یا
 شکار میں مصروف رہا کرتا تھا اور یا پودھے لگا رہتا تھا۔ جس کا اسے ہر شوق
 ہی نہ تھا بلکہ ایک گونہ عشق تھا۔

شمار صاحب کی خوشی کشتی کھینے میں رہتا تھا جس کا

ی ورزش کر چلپا کھا تو اس کے دل کو متواتر رنج و ادراستغراق کی ماندگی سے
رہائی ہو جاتی تھی۔ یہ ایک عام قاعدہ پایا جائے گا کہ جب کسی ممتاز ذہن شخص نے
اپنے قوی کو پوری حسی کی حالت میں رکھا ہے تو کامل زندگی کے بد اثرات سے
وہ بالکل محفوظ رہا ہے۔

فرینکلن صاحب کالمی ورزش سے وقت بچانے کا اصول بالکل غلطی پر مبنی تھا
چند ساعتوں کی سخت جسمانی ریاضت کئی گھنٹوں کی اوسط درجہ کی ورزش کے
برابر نہیں ہو سکتی سب سے بڑا قسم کی خوبیوں کو ایک تنگ دائرہ میں جمع کرنے
کی خواہش عام انسانی خواہشات میں سے ہے مگر نیچر کی فراخ سیاست اسے
ہرگز گوارا نہیں کرے گی۔

سبب کا صاحب نے جو کچھ ورزش کی نسبت بیان کیا ہے اس میں ایک
امر قابل لحاظ ہے۔ یہ دیرینہ فیلسوف جس کے عادات بالکل بے علمی کے تھے۔
عالموں کو ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "تمہاری دل چسپی خواہ کسی چیز میں
ہو تمہیں جسمانی ورزش کو چھوڑ کر دلی ریاضت ہی کی طرف نہیں متوجہ رہنا چاہیے
جب کہ اس آخری خواہش کے پورا کرنے کا تم کو ہر وقت موقع حاصل ہے۔"
ڈاکٹر صاحب اپنے مضمون "عالموں کی صحت" کے خاتمہ پر یہ لکھتا ہے
کہ "جب تک میں ایک بڑی افسوس ناک فرو گذاشت کی تلافی نہ کر لوں گا
میں اپنا مضمون ختم نہ کر دوں گا اور نہ میرا یہ ارادہ ہے کہ تمہاری امیدوں میں
تمہیں ناامید کروں پس میں قانون حفظان صحت کے اس عظیم راز کو افشاء
کیے دتا ہوں خواہ تک میں نے پوشیدہ رکھا ہے۔ میرے لفظ ان کے

دلی توجہ کے ساتھ پڑھو۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ طبیعت کی لباسات محبت کی بر
 اعظم ہے اور ایک صالح زندگی خوشی اور مسرت کا منبع ہے۔ ایمان داری اور
 صاف دلی جو تمام قسم کی لگاؤوں سے خالی ہو صحت کے بہترین جاذب ہیں۔
 یہ بہت بڑی شرم کی بات ہے کہ عالموں میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں
 کیونکہ علم بغیر عقل کے محض بے کار ہے بدون یاوری عصمت کے میو ذرا
 کس کام آتی تھیں علم کا نتیجہ سوا اس کے اور کیا ہے کہ عقل حاصل کی جا
 کیا گذشتہ زمانوں میں عالم دانانہ تھے؟ صرف علم سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔
 سیری نظروں میں اُن حکیموں کی کچھ قدر نہیں ہے جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ صالح
 کیونکر ہوتے ہیں اور اخلاقی تصورات میں ہمہ تن غرق ہو جانے سے کیا
 فائدہ ہے؟ اور ان لوگوں کی جو نیکی کو دیکھتے ہیں اور پھر بدی کرتے جاتے
 ہیں حیف ہے اُن پر۔ وہ اپنے بد اعمال کی نہایت سخت سزا پا جائیں گے۔
 خواہشات نفسانی کی قوت پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ لوگ جو اپنی طبیعت کے
 میلان کو مناسب طور پر عمل میں لاتے ہیں اپنی صحت کی عمدہ حالت کو ترقی
 دیتے ہیں اور وہ جو اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس کو تباہ کر دیتے ہیں
 مگر وہ کون سی چیز ہے جو دل پر عمدہ اثر پیدا کر سکتی ہے؟ صرف گذشتہ نیک زندگی
 کی یادداشت۔

”برخلاف اس کے اپنی بد بامنیوں اور بے ایمانیوں کی بے رحم ملامت

یہ نام نوافری دیویون کا ہے جو علم موسیقی کے مانند اور نازک علوم کی موجود اور

مالک خیال کی جاتی ہیں (مترجم)

دل اور جسم دونوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ کیونکہ اگر دل غم کا شکار ہو تو خدایا
عالم کا یہ نشانہ ہے کہ جسم کے ریشے ڈھیلے ہو جائیں اور صحت اور خوبصورتی
دونوں جاتی رہیں بعض آدمیوں کی مہیب اور وحشت افزا بے قرار بون
اور اضطرابوں کو یاد کر کے میرے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جنھوں
نے انعام ایزوی کو ناجائز طریقوں میں استعمال کیا تھا۔ اور آخر کار صیادِ اہل
کا شکار ہوئے۔

اس وقت میں بعض نیک شخصوں کی مسرور وفاتوں کو یاد کر کے اظہارِ مسرت
سے باز نہیں رہ سکتا جنھوں نے اپنی زندگیاں پسندیدہ اور منصف اعمال
سے گزاری ہیں اور اس مبدلے جملہ صور کی طرف خوشی سے واپس گئے
ہیں۔ اُن پر سے خاکی کفن اتار کر قدیمی خوشی کا تاج اُنھیں پہنایا گیا ہے۔

سوانح عمریوں سے جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے ذکی
اور فاضل لوگ خوش باش اور صابر ہوئے ہیں زرا اور قوت کے وہ خواہاں نہ
تھے بلکہ زندگی سے حظ اٹھانا اور خوشی کے اثرات معلوم کرنا اُن کی علتِ غائی

تھی۔ ہومر۔ ہوریسن۔ ورجل۔ فانیسگنی۔ شیکسپیر۔ کنونڈیلز یہ سب اسی
قماش کے آدمی تھے صحت اور حقیقی خوشی اُنھیں لوگوں کا حصہ تھا۔ خوش معاش

لوگوں کے گروہ میں لوطر۔ فور۔ بیکن۔ لیوناڈو ڈاؤنسی۔ ریفل۔ اور میکائیل اینگلو
کو بھی شمار کر لینا چاہیے۔ شاید وہ بھی خوش تھے کیونکہ وہ ہر وقت اُسی کام

میں مصروف رہتے تھے جن سے اُن کو راحت اور مسرت حاصل ہوتی تھی یعنی
بزرگ دلوں کے نادِ صفت اور بیش بہا خیالات پیدا کرنے میں ملنے

طبع آدمی پیدا ہوگا ہنری فیلڈنگ کو اگرچہ پیدا ہوتے ہی قرض مشکلات
 اور بے شمار جسمانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر لیڈی میدی دود ٹلی
 اُس کی نسبت بیان کرتی ہے کہ اس کی خوش طبعی کے وصف نے مجھ پر
 بہت بڑا اثر پیدا کیا تھا اور اُس کی زندگی کی بعض ساعتیں جس خوشی میں
 گذرتی تھیں مشکل ہے کہ دنیا میں کسی دوسرے کو نصیب ہوتی ہوں۔ ڈاکٹر
 جانسن اپنی تمام تکالیف اور بے قسمتیوں کے باوجود ایک دلیر اور خوش طبع
 شخص تھا۔ جانسن کی یہ رائے تھی کہ آدمی جس قدر بڑا ہوتا ہے اُسی قدر اُسکو
 زیادہ تر خوش حال ہونا چاہیے اور طبائع انسان کو چاہیے کہ زمانے کے ساتھ
 ساتھ ملائم ہوتی جائیں۔

سر ڈالڈ سکاٹ ایک ایسا شخص تھا جو انسانی ترجم کے شیر سے بھرا ہوا تھا
 ہر ایک شخص اُس سے محبت کرتا تھا۔

ڈاکٹر آرنلڈ اسی طرح کی سرگرم عادات رکھتا تھا۔ اگر اس کو مجسم انسانی نہ ہو
 کہیں تو بے جا نہیں ہے۔ کوئی چیز ظاہری یا بنیادی خلقِ مہارات کی اس
 کے گرد و پیش نہیں تھی۔

ہڈی سمند قوتِ بشارت کی ایک اور تصویر تھی وہ ہمیشہ اشیاء کو اُن کے
 روشن اور منور پہلو سے دیکھنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ سیاہ بادلوں میں بھی
 جو چیز وہ دیکھتا تھا وہ سفید اور چمکیے خطا ہوتے تھے۔ اُس کی نیک طبیعت
 محنت اور مشقت کے گھنٹوں میں بھی اس سے علیحدہ نہ ہوتی تھی۔ اور آخر

سریا جب وہ بہت ہی ربون حال اور پاچار ہو گیا تو اپنے ایک دوست کو
 لکھا کہ مجھے صرف نقرس اور ضیق النفس ہی نہیں بلکہ اور چھ پسات بیماریاں ہیں
 مگر ویسے میں اچھا بھلا ہوں۔ اُس نے اپنے آخری خطوں میں ایک خط میں
 لیڈی کارلینڈ کو لکھا کہ "اگر تم سنو کہ کہیں آٹھ نو سیر گوشت لاوارث پڑا
 ہے تو سمجھنا کہ میرا ہی ہے۔ میں ایسا معلوم ہوتا ہوں کہ گویا ایک کیورٹ
 زنا تب پادری) سیرے جسم سے نکال لیا گیا ہے۔"

فوائد ذہنی کی نشاندہی

ڈاکٹر ہوف لینڈ اپنی کتاب "آرٹ آف پروڈیگننگ لائف" یعنی "فن
 درازی عمر" میں اُن اثرات کی طرف زیادہ توجہ دلائی ہے جو قوت ذہنی
 کی کثیر ریاضت سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ کیا ذہنی اور کیا جسمانی
 دونوں قسم کی زیادتیوں سے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں اور یہ
 بات قابل لحاظ ہے کہ قوائے ذہنی کا اصراف اور قوت حیات کی تباہی
 جو اُس کے ساتھ شامل ہوتی ہے صحت اور دو حیات پر ویسا ہی اثر کرتی ہے جیسی
 کہ جسمانی قوت کی تباہی یعنی قوت ہاضمہ زائل ہو جاتی ہے کا ہلی ضعف اور عصاب
 کی کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ سِل اور وق کے مرض اور بے وقت موت واقع ہوتی ہے
 تاہم خلقی بناوٹ اور جسمانی ساخت کے تفاوت پر بہت کچھ حصر ہے اور
 وہ لوگ جن کی روحانی ترکیب فطرۃ مضبوط اور چست واقع ہوتی ہے اس قسم
 کی ریاضتوں سے اتنی تکلیف نہیں اٹھاتے جتنی کہ وہ لوگ جو ان فوائد سے
 محروم ہیں۔ پس اُن لوگوں کو زیادہ تکالیف کا مستحل ہونا پڑتا ہے جن کی قلبی
 ساخت اوسط درجہ کی نہائی گئی ہے مگر وہ اُس پر اُس کی طاقتوں کے زیادہ

زور دالنے کی کوشش کر لے ہیں اور ذہنی ریاضتوں کی وہ کثرت جو ہم کو ضرور
کرتے ہیں وہ ان حالے کہ اس سے خوشی حاصل کرنا بھی ہمارا مقصود نہیں ہوتا
ضرور ہے کہ ہم کو حد سے زیادہ کم زور کر دے۔

لیکن بیان پر یہ سوال کرنا چاہیے کہ کثیر ذہنی ریاضت سے کیا مراد ہے؟ عام
طور پر اس کی تعریف کرنا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ بسیار خواری وغیرہ کی کیوں
کہ اس سب کا انحصار ذہنی قوی کی حالت اور قابلیت کے تفاوت پر ہے اور
وہ بھی ایسے ہی تفاوت ہوتے ہیں جیسے کہ قوائے ہاضمہ۔

یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے واسطے وہ کثیر ذہنی ریاضت ہو جو ایک اور زیادہ
مضبوط قوی رکھنے والے آدمی کے واسطے ویسی نہ ہو۔ نیز وہ حالات جن کے
مطابق اس قیمتی قوت کو استعمال کیا جاتا ہے ایک اہم تفاوت پیدا کرتے
ہیں پس ہم زیادہ تصریح اور صحت کے ساتھ اس امر کو بیان کریں گے کہ قوت
مستحیلہ میں کثرت اور فرونی سے کیا مراد ہے۔

۱۱) جب کوئی شخص دقیق خیال میں مصروف ہوتا ہے تو وہ اپنے جسم کو فراموش
کر دیتا ہے ہماری قوی کا ہر ایک بے قاعدہ شغل مضر ہوتا ہے۔

چونکہ آدمی اپنے خیالات کی ورزش سے جب کہ وہ جسمانی ریاضت کی طرف
توجہ نہ کرے از حد ضعیف ہو جاتا ہے تو یہ بھی ایسا ہی یقینی امر ہے کہ وہ لوگ
بغیر نقصان صحت کے دل سے بہت کام لے سکتے ہیں جو ساتھ ہی معینہ قوت
اور مناسب طریق جسمانی ورزش کرتے جاتے ہیں جب ایک شخص کسی مضمون

پر بہت زیادہ غور کرتا ہے تو اس پر بھی اس امر کے اعصاب کے قانہ بگاڑا

حرکت دینا رہے تو پاؤ گھنٹہ تک وہ زیادہ تر تھک جاوے گا یہ نسبت اس کے
 کہ دو گھنٹوں میں مختلف جہات میں حرکت دینے سے تھکتا۔ اسی طرح ذہنی
 قوی کو خیال کی ایک جہتی اور متواتر مصروفیت سے زیادہ اور کوئی خیر تھکانے
 والی نہیں ہے۔ چنانچہ پورہیو بیان کرتا ہے کہ ”چند روز تک دن رات
 ایک ہی مضمون کا بہت سخت مطالعہ کرنے کے بعد میں ایسا ضعیف اور کم زور
 ہو کر گر گیا کہ عرصہ تک بے ہوش اور مردے کی حالت میں پڑا رہا۔

پس مضمون کا مناسب تغیر ہمارے مطالعہ کا سب سے پہلا قاعدہ ہونا چاہیے
 تاکہ ہماری صحت کو صدمہ نہ پہنچے اور مجموعی صورت میں کام زیادہ ہو۔
 ہیوف لینڈ صاحب کہتے ہیں ”میں بہت سے خیال سے زیادہ کام لینے
 والوں، علم ریاضی کے عاشقوں اور فلیسوفوں کو جانتا ہوں جو اپنی عمر دن میں
 پختہ ہونے کے باوجود خوش اور قانع ہیں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ
 مطالعہ میں گونا گونی کے قاعدہ کے پابند ہیں اور ہمیشہ اپنے وقت کو مختلف
 قسم کے مطالعوں یعنی تواریخ، دل چسپ نظم سفر ناموں اور نچرل ہسٹری کے
 مضامین پڑھتے ہیں صرف کرتے ہیں یہ قاعدہ اس غرض کے لیے بہت مفید
 ہے کہ عملی اور خیالی زندگی آپس میں مخلوط کر دی جائے۔

(۲) جب ایک شخص اپنے دل کو بہت مشکل اور مختلف مضامین میں لگا دیتا
 ہے جیسے کہ اعلیٰ تر ریاضی اور علم الہیات کے سوالات ہیں تو مقاصد کے لحاظ سے
 ایک بڑا اختلاف پیدا ہوتا ہے پس وہ جس قدر زیادہ مختلف ہوں اسی قدر زیادہ

السان لود میوی مسائل سے لبارہ میں ہوا پر ماہ کو یا وہ وہ دن و بسم
جدائی کے دیتے ہیں یہ ایک بہت ہی غیر معمولی حالت ہے اور اُس کے اثرات
بہت نقصان آور ہوتے ہیں۔ اس قسم کے استغراق کا نصف گھنٹہ بہ نسبت
اُس کے زیادہ تھکا دیتا ہے کہ تمام دن ترجمہ بن صرف کیا جاوے۔

اس موقع پر لچھہ اور بھی قابل بیان ہے۔ اکثر آدمی ایسی محنتوں کے واسطے
پیدا ہوتے ہیں اور وہ قوی اور دل کی ایسی حیثیت رکھتے ہیں جو انھیں مطلوب
ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے بعض آدمی ان دونوں سے عاری ہوتے ہیں
اور تاہم اُن پر زور ڈالنا چاہتے ہیں اس بات پر مجھے تعجب آتا ہے کہ جب یہ
ایک عام قاعدہ ہے کہ آدمی جسمانی بوجھ اٹھانے سے پیش تر اُس کو جانچ لیتا ہے
کہ آیا وہ اُسے اٹھا سکے گا یا نہیں مگر ذہنی بوجھ کی نسبت لوگ کبھی اپنی طاقتوں کا
اندازہ نہیں کرتے کہ آیا وہ اس کے متحمل ہونے کی قدرت رکھتے ہیں یا نہیں۔
کس قدر آدمی تباہ اور خستہ حال نظر آتے ہیں صرف اس لیے کہ انھوں نے فلسفہ
کے عمیق اور نا پید اکنار میں زمین غوطہ لگانے کی کوشش کی تھی دران حالے کہ
وہ فیلسوفانہ دل و دماغ نہ رکھتے تھے۔ تو بیان پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر ایک
شخص کو فیلسوفانہ پیشہ اختیار کرنا چاہیے؟ ہماری رائے میں اس غرض کے لیے
ایک خاص قاعدہ مرتب ہونے کی ضرورت ہے فلسفہ کے اسرار اور چھپ گئیوں کا
واکرنا بعض منتخب آدمیوں کے حصہ میں چھوڑ دیا جائے اور باقی آدمیوں کو فلسفہ
زندگی کو ترک کر کے صبر اور رضا اختیار کرنی چاہیے۔

(۴) ہم اسے بھی کثرت اور فرونی سمجھتے ہیں کہ ایک شخص ہمیشہ درپے ایجا کرتا

خیال میں دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے یعنی موجد جو از خود نئے خیالات پیدا کرے اور موجد نہ یا مجھول جو صرف افذ کرے اور دوسروں کے خیالات سے حظ اٹھائے مثلاً پڑھنا یا دوسروں کے کلام کا سننا۔ مگر چون کہ پہلا حصہ بہت تنگ والا ہے پس ان دونوں کو ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے عمل میں لانا چاہیے (۵) جب ایک شخص طقولیت میں ہی دل پر زیادہ بوجھ ڈالنے لگ جاتا ہے اس عمر میں تھوڑی سی ریاضت بھی بہت نقصان آور ہوتی ہے۔ سات برس کی عمر سے پیش تر تمام ذہنی ریاضتیں قانون قدرت کے خلاف ہیں اور ان کے نتائج جسم کے واسطے ایسے ہی ہلک ثابت ہوتے ہیں جیسی کہ کوئی اور خوفناک بیماری ہو سکتی ہے۔

(۶) جب کوئی شخص بدون قابلیت کسی ایسے مضمون کا مطالعہ کرتا ہے جو طبیعت کے اصلی میدان کے خلاف ہو اور اس سے کچھ دل چسپی نہ حاصل ہو جس قدر ایک آدمی کو کسی قسم کی ذہنی مسرت کی طرف زیادہ تر طبعی میدان پر اسی قدر وہ ریاضت کم تکلیف دہ ہوگی۔ بعض مضامین مطالعہ کے انتخاب کا محتاط ہونا اس ضروری ہے اور وہ لوگ بڑی اذیتیں اٹھاتے ہیں جو اس نازک اور اہم کام کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

(۷) جب ایک شخص ذہنی ریاضت کو مصنوعی ذریعوں سے بڑھانا یا تقویت دینا چاہتا ہے۔ لوگ اس غرض کے واسطے عموماً شراب۔ چائے۔ یا ہلاس استعمال کرتے ہیں اور اگرچہ یہ مصنوعی اعانتیں انجام پر بہت نقصان دہ

ضرورت تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسی صورتوں میں دل کی محنت ماضی پر منحصر ہوتی ہے
بہت عرصہ تک طبیعت پرنگی نہیں گذرتی۔ ایسے موقعوں پر چاہے کا ایک
پیالہ۔ تمباکو کا ایک سلفہ یا پلاس کی ایک چٹکی بہت جفاکش بنا دیتی ہے۔

(۸) جب ایک آدمی مضمر طعام کے وقت دل پر زیادہ بوجھ ڈالتا ہے اس سے
دو گونہ نقصان پہونچتا ہے ایک تو وہ اُسی قدر زیادہ کم زور ہوتا جاتا ہے جس قدر
زیادہ سوچتا ہے اور دوسرا معدے کے عمل کو روک دیتا ہے۔

جب ایک شخص افس وقت ذہنی ریاضت میں مصروف ہوتا ہے جو آرام کرنے
اور سونے کا وقت ہے یہ ایک ایسی عادت ہے جو زندگی کو صدمہ پہونچانے میں
اپنی شال نہیں رکھتی۔

(۱۰) جب ایک شخص مطالعہ کو جسم کے بیرونی ضرر رساں حالات سے شامل
رکھتا ہے ایسے حالات میں سے دو خصوصاً نقصان دہ ہیں یعنی خمیدہ ہو کر
اور بند ہوا میں بیٹھنا ان کے نتائج پر اگر غور اور فکر کی جائے تو وہ اور بھی زیادہ
خوف ناک صورت میں دکھائی دیتے ہیں پس آدمیوں کو چاہیے کہ ٹپ کر کھڑے
ہو کر چلتے پھرتے یا گھوڑے پر سوار ہو کر ٹپھنے کی عادات اپنے میں ڈالیں
اور یہ کہ نہ صرف بند کوٹھریوں میں بلکہ کشادہ ہوا میں۔ تب وہ ان بیماریوں
سے بہت کم تکلیف اٹھائیں گے جو عموماً عام لوگوں کے حصہ میں آتی ہیں۔
متقدمین فیلسوفوں نے بھی بے شک اسی قدر مطالعہ کیا ہے جس قدر
زمانہ حال کے عالمان نے مگر مطالعہ کی وجہ سے انھوں نے جسمانی تکالیف

یہی مہین اکھائیں۔ اس کا سب سے بڑا سبب ہی قرار دیا جاسکتا ہے
کہ وہ پڑ کر چلتے پھرتے اور کھلی ہوا میں مطالعہ کے عادی تھے نہ وہ چاہے
بیٹے تھے اور نہ تمباکو استعمال کرتے تھے۔

نیز اس لیے کہ جب وہ روزانہ ریاضتوں میں مصروف ہوتے تھے تو جسمانی ورزش
فراہم نہیں کر دیتے تھے۔

بعض مشہور فاضلوں کے دل پر ذہنی ریاضت کی کثرت سے جو اثرات پیدا
ہوئے ہیں وہ بھی قابل بیان ہیں۔

بلیسی پسیکل کا داغ مطالعہ کی جفاکشی اور فکر و اندیشہ سے ایسا خراب
اور پرکندہ ہو گیا تھا کہ اُس کی نسین سخت حرکت سے تشویش میں آ جاتی
تھیں اور اُس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے ایک جانب کرۂ آتشین رکھا ہوا
ہے جس کی تپش اُس کو جلا رہی ہے۔ اُس کے اعصاب کی خرابی نے عقل
کو مغلوب کر لیا تھا اور کرۂ آتشین کے تصور کو وہ ذہن سے نہیں نکال سکتا تھا
بٹیا فی نے مطالعہ علم الہیات کے مہیب اثرات کو خود بیان کیا ہے وہ کہتا ہے
کہ ”جب سے میرا مضمون صداقت“ طبع ہوا تھا اُس کے پڑھنے کی جرات
نہیں ہو سکی۔ مجھ میں اتنی بھی دلیری نہ تھی کہ میں اس کے پردفون کو صرف اُس
لیے پڑھ لوں کہ طبع میں اُن میں کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ ناچار میں نے اپنے
ایک دوست کو یہ تکلیف دی۔ اُن مطالعون نے میری جسمانی صحت اور حالت
کو بہت سخت صدمہ پہنچایا اور تب جو کچھ میں لکھتا تھا اُس کا پڑھنا اُسے بے لطفی
سے خیال نہیں رہتا۔ کہ اُن کے اس سے مجھے وہ دشمن یاد آجاتا، میں کہتا ہوں

لبنی راتوں کے سخت مطالعہ سے پیدا ہوئی تھیں۔

ہندی وارنن ایک ایسا نام ہے جس کو انگریزی لٹریچر کے طلبہ خوب جانتے ہیں اس نے مضمون تواریخ پر ایک عظیم المثال و فقیہ النظر تقریظ لکھی ہے جس کی سولہ جلدیں لپیٹھ کے کت خانے میں محفوظ رکھی ہیں۔ یہ کتابیں حد درجہ کی جفاکشی اور سرگرمی سے ختم کی گئی تھیں کیونکہ بغیر اتنی سرگرمی اور جفاکشی کے اُن کا انجام پاتا نہایت دشوار امر تھا۔ مگر مصنف کو تیسواں سال اپنی عمر کا نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ اپنے ستوار مطالعون کے بوجھ کے تلے دب گیا اور شہید لٹریچر ہو کر مر گیا۔

پور ہیو اعظم اپنے مطالعہ اور غرض میں چھ مہینوں تک نہ سویا۔ وہ دنیا و مافیہا سے ایسا بے غرض اور بے پروا ہو گیا کہ کوئی شے اُسے بھلی نہ معلوم ہوتی تھی۔

ہندی کیونک وائیٹ نے شدت مطالعہ سے اپنے تئیں قتل کر ڈالا تھا۔ پس ہم اس باب کے خاتمہ پر طالب علموں کو یہ دوستانہ نصیحت کرتے ہیں کہ اس قدر شدت اور سرگرمی سے کبھی مطالعہ نہ کریں۔ کہ جس کے نتائج ایسے دل شگاف اور خطرناک پیدا ہوں۔ فقط۔

باب ہفتم

نامور فاضلوں کے اطوار مطالعہ

مضید اشارات - سحر خیزی - ڈوبیس - سی مٹھی ہیل - بے کاردن
 نہ گذرا - سرا ڈورڈ کوک - بفن - سرواٹسکاٹ کی مصر و فیت - اللہ پتی
 سرور کی محنت - وقت کی قدر پیلی - ایک لطیف و پر میلینج فن - لوتھر - میڈم اڈی خلس
 جرمی بنتھم - پٹن کافن - بن جانسن - مانٹگنی - نیگ - والتائیر - سینیکا
 تصنیفین رگ - ملٹن - ایفری - کیورن - لارڈ بائرن - اسپر سائٹ کے الہام -
 ڈراماٹکس مطالعہ میں دوری بیاضین ہوائی خیالات ہم جنسوں کی جوش و لایا گیا -
 گری - باموٹ - پاپی - کلینڈن مختلف مصنف - گوڈنی - ایولن -
 نامور فاضلوں کے اطوار مطالعہ خواہ وہ مصنف ہوں - صنایع ہوں - پیش

یا فیلسوف ہوں طالب علموں کے لیے ایک دل چسپ مضمون ہے اور یقین ہے
 کہ وہ اس مضمون سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور اٹھائیں گے کیونکہ مطالعہ میں بھی
 ایسے ہی عمدہ طریق قابل تقلید ہیں جو کسی اور فن میں ہو سکتے ہیں اور وہ شخص
 جو عرصہ دراز تک اُسی شکر پر چلتا رہا ہو کسی نوجوان راہ گیر کو ایک تجربہ کار مسافر
 کے راز بتا سکتا ہے لیکن باین ہمہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُن لوگوں کی اشارات

مضید اشارات

تقلید سین ہو کے لیون کہ وہ زیادہ تر انھیں کی ذات کے لیے مخصوص تھے اور
 ممکن ہے کہ ان کا مقلد بجائے فائدہ کے نقصان اٹھائے تاہم عقل اور تہمت سے
 کام لینے والے لوگ اس قدر سیکھ سکتے ہیں کہ ان میں سے کون سے اطوار ہمارے
 حالات کے مطابق اور مناسب ہیں یا یہ کہ اگر ہم پورے طور پر ایک مثال کی
 پیروی نہیں کر سکتے تو وہ کون سے ہیں جو ہمارے چند عیوب کی اصلاح کے
 لیے ضروری ہیں؟

اس بات میں ہم نے مشہور و معروف آدمیوں کی قابل تقلید عادات بیان کی
 ہیں اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم ان کو ایک نظر سے اپنے اپنے کام
 بڑی گرم جوشی سے مصروف دیکھیں۔ پہلی مثال میں ہم روبنس کا نام لیتے ہیں
 یہ وہ شخص ہے جو سحر خیزی کی عادت کے لیے مشہور تھا یعنی موسم گرما میں چار
 بجے اٹھتا تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کا یہ ایک قانون بنایا ہوا تھا کہ اپنے دن کے
 کاروبار خداوند تعالیٰ سے دعا مانگ کر شروع کرے اس کے بعد وہ کام میں مصروف
 ہوتا تھا اور کھانے کے وقت سے پہلے وہ خوب صورت خاکہ کھینچتا تھا جو چاشنی
 خاکہ کے نام سے مشہور ہیں۔ جب وہ نقاشی شروع کرتا تھا تو عادتاً ایک آدمی کو
 کسی فصل کی کوئی کتاب یا کسی شاعر کا کلام پڑھ کر سننے کے لیے پاس بٹھا لیتا تھا
 وہ لیوی۔ پلوٹارح۔ سسرو۔ اور سینی کا کی تصنیفات اور ان کے کلام کا
 بہت شائق تھا۔ اسی وقت معمولاً اس کے دوست آشنا ملنے کے لیے آتے تھے
 وہ بڑے تپاک کے ساتھ ان سے ملتا تھا اور مختلف مضامین پر گفت و گو کرتا
 رہتا تھا۔ کھانے سے پیش تر ایک گھنٹہ وہ ہمیشہ تفریح طبع میں گزارتا تھا یعنی

فن کے لکھنؤ کو داکر تھا چون کہ کلام اس کی دلی مسرت کا باعث تھا۔ وہ
 دسترخوان کے فاشیون میں بہت کم دل لگاتا تھا اور نہ شراب پیتا تھا۔ شام تک
 اپنے کام میں مصروف رہ کر عموماً وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار ہو جاتا تھا اور ایک
 یاد و گھنٹہ سواری میں گزارتا تھا۔ گھر واپس آنے کے وقت حسب معمول اس کے
 دوست آجاتے تھے جو خاص کر عالم اور دست کار ہوتے تھے وہ سب اس کے
 شام کے کھانے میں شریک ہوتے تھے اور شام کا وقت صرف ادھر ادھر کی
 باتوں میں گزر جاتا تھا۔ محض اس سلسل اور باقاعدہ طریق زندگی سے دوہیں
 اس قابل تھا کہ اس کی دست کاری کے متعلق جس قدر درخواستیں اس کے
 پاس آتی تھیں ٹھیک مقررہ وقت پر انھیں تیار کر دیتا تھا دوہیں کی نسبت تصویر
 کی تعداد پندرہ سو بتائی جاتی ہے اور یہ حیرت انگیز تعداد جس کی صداقت میں
 کسی کو بھی کلام نہیں ہے صرف اس کے غیر معمولی اور موجود طبع کی شگفتگی کا نتیجہ تھا۔
 سر مٹھیو ہیل محنت کی اور تیشیل ہے۔ اپنی مشہور قانونی تصانیف کے
 علاوہ اس نے کئی بڑی کتابیں نیچرل فلاسفی اور علم تصوف میں لکھ ڈالی تھیں
 اس کی کن پبلیکیشن ماسرل اینڈ ڈوین۔

("Contemplation Moral & Divine")

نامی کتاب کو لکھے ہوئے اگرچہ دو صدیاں گزر گئی ہیں مگر آج کے دن تک وہ
 ویسی ہی شہرت اور زام وری حاصل کیے ہوئے ہے۔ بشپ پرنٹ اس کا
 حیات نویس بیان کرتا ہے کہ "اصل زندگی سوائے محنت اور مشقت کے ایک

کروہیں

سر مٹھیو ہیل

جانتا تھا تو اسے بالکل فلسفہ اور تصوف کے خیالات کے استغراق میں مصروف

کرتا تھا۔

وہ شخص جو اس کی زندگی کے مصروف حصہ کو دیکھے گا اور ساتھ ہی دل کی
اس سرگرم مشقت اور مصروفیت پر بھی غور کرے گا جس کے ساتھ وہ اپنے تمام
ذرائع اور کاروبار کو پورا کرتا تھا تو وہ ضرور حیران ہو گا کہ سوج اور اندیشہ کے
واسطے وہ کہاں سے وقت نکالتا تھا اور پھر وہ شخص جو اس کے بے انتہا مطالعہ
کو دیکھے گا اور ساتھ ہی اس کی تصنیفات اور تحریرات پر بھی غور کرے گا تو وہ سخت
متعجب ہو گا کہ کام کے لیے اس کو کیوں کروقت ملتا تھا۔ لیکن اس طرح کی قابل
نظیر زندگی کی اتنا اور پرہیزگاری پر کوئی بھی متعجب نہ ہو گا جب یہ سُنے گا کہ وہ
شخص اپنی زبان سے ایک بڑا لفظ نکالنے سے بھی بچتا تھا تاکہ وہ اس بات کو
ثابت کر دے کہ ”اس نے ایک دن بھی بے کار نہ گزارا۔“

سراڈوسرڈ کو لاف کے سخت اور پُر جفا طریق مطالعہ کی نسبت ہم چند دل چسپ
باتیں بیان کرتے ہیں۔ موسم سرما میں ہر صبح کو تین بجے سے اپنی آگ جلا کر وہ
بیکٹین لٹلٹن۔ ٹین بکس۔ اور ایچ منسٹن اوف دی کلا۔ ان کتابوں کو آٹھ
بجے یعنی کچھری کے وقت تک پڑھتا تھا۔ اس کے بعد کشتی میں بیٹھ کر ویسٹ منسٹن
کو جاتا تھا جہاں وہ مقدمات کی بحث سنا کرتا تھا۔ بارہ بجے کھانے کے واسطے
عدالتی اٹھ کھڑے ہوتے تھے وہ بھی امن ٹمپل ہال میں کھانا کھانے کے لیے
بلا جاتا تھا اور اس کے بعد تیسرے پر کے لکچرون میں شریک ہوتا تھا۔ اُن کے

بے کار دن گزارا

سراڈوسرڈ کو لاف

فرات پر وہ پہنچ بجے اس لیے پرانوں مطالعہ میں مشغول رہا کھانا کھلے سے
 خارج ہو کر بحث طلب امور پیش ہوتے تھے۔ اس وقت بڑے نازک اور اہم قانونی
 مسائل پر غور ہوتا تھا اگر موسم خوش گوار اور کھلا ہوتا تھا تو دربار کے کنارے باغ میں
 جا بیٹھتے تھے اور اگر بارش ہوتی تو چرچ ٹیل کی مسقف روشن میں بیٹھ جاتے تھے
 آخر کار وہ اپنے کمرے کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ جاتا تھا اور اپنی بیاض نکال
 کر تمام دن کے قانونی مباحثوں کے متعلق نئے امور کو نہایت سنجیدگی اور زور و
 طریقے سے اس میں درج کرنا تھا جب نوپختے تھے وہ سوچتا تھا تاکہ آدھی رات
 سے ادھر اور ادھر دونوں طرف سے سونے اور آرام کرنے کے واسطے
 وقت لے سکے۔

لیکن بعض طبائع پر محنت مہربان نہیں ثابت ہوتی۔ آرام کی رغبت ان کو
 ایک طرف کھینچتی ہے اور خیال اور شہرت کی محبت دوسری طرف۔ مشہور نیچرلسٹ
 بنف کا یہی حال تھا وہ اپنی تصنیفات کی تواریخ چند الفاظ میں بیان کرتا ہے اور
 لکھتا ہے کہ جوانی میں مجھ کو سونے کا بڑا شوق تھا۔ اس سے میرا بہت سا وقت ضائع
 ہو جاتا تھا۔ مگر اس پر غالب آنے کے واسطے میرا بے چارہ جوسف داس کا نوکر
 بڑی مدد دیا کرتا تھا۔ میں نے جوسف سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مجھے صبح کے
 چھ بجے جگا دے تو اس کو ایک روپیہ انعام دون گا۔ صبح کے وقت وہ مجھے
 جگانے اور دق کرنے سے نہیں چوکتا تھا مگر اس وقت اس کا انعام گالیبان
 اور درشت الفاظ ہوتے تھے۔ دوسری صبح اس نے پھر ویسا ہی کیا مگر خیر ان
 کام یاب نہ ہوا اور دوپہر کو میں اس امر کے تسلیم کرنے میں مجبور ہوتا تھا کہ

کا کس طرح انتظام کرنا چاہیے۔ یعنی میرے انعام کے وعدہ کا خیال رکھے اور
 میری اُس وقت کی دھمکیوں کی کچھ پروا نہ کرے۔ اگلی صبح کو اُس نے مجھے
 زور سے جگانا چاہا۔ میں نے اُس سے غایت اور شفقت طلب کی۔ منت اور
 سماجت کی۔ گالیوں میں۔ دھمکیاں کہ تم چلے جاؤ نہیں تو پیٹوگا۔ مگر جیوسف
 اپنے کام میں ثابت قدم رہا۔ میں پھر مجبور ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بے چارہ جیوسف
 ہر روز اسی طرح گالیاں کھاتا تھا۔ مگر جاگنے سے ایک گھنٹہ کے بعد میں شکر یہ کہ
 ساتھ اُس کو ایک روپیہ دے دیا کرتا تھا۔ اپنی تصنیفات کی دس بارہ جلدوں کے
 لکھ لینے کے لیے بے شک میں جیوسف کا احسان مند ہوں۔

لوک ہارٹ اپنی کتاب ”لائف آف سکادٹ“ میں بیان
 کرتا ہے کہ اس علامہ دہر (سروالٹھ سکادٹ) نے ایک فاسق البال آدمی
 کی طرح تمام قسم کی دل چسپیوں میں مصروف رہنے کے باوجود اس بے نظیر
 اور عظیم المثال علمی محنت کے پورا کرنے کی کس طرح فرصت پائی۔ وہ کہتا ہے کہ
 ”سروالٹھ پانچ بجے اٹھا کرتا تھا۔ اپنی آگ جلا لیتا تھا۔ بڑے غور اور تامل کے
 ساتھ اپنی حجامت کر کے کپڑے پہنتا تھا کیونکہ“ اس کا سوانح نویس کہتا ہے کہ
 ”وہ اور تمام امور کا پختہ بندوبست رکھتا تھا مگر پوشاک کے بارے میں وہ خود
 پسند اور بانگ تھا اس زمانہ بناؤ سنگار سے اُس کو کچھ نفرت نہ آتی تھی۔ اپنی
 شکاری جاکٹ یا اور کوئی پوشاک جسے وہ کھانے کے وقت تک پہنتا تھا پہن کر
 اپنی سیر پر جابٹھتا تھا تمام کاغذات بڑی صفائی اور آراستگی کے ساتھ اُس کے

اردو لکھنا کی صورت

سب سے رکھے ہوئے ہوئے تھے۔ لہٰذا میں جن سے وہ سنا دین لیتا تھا اور ہر دھرم
 فروش پر بکھری ہوئی ہوتی تھیں اور اُس کا عزیز گنا چپ چاپ پاس لیتا ہوا ہوتا
 تھا۔ اسی طرح جب نوا اور دس بجے کے درمیان اُس کا سارا کنبہ کھانا کھانے
 کے واسطے جمع ہوتا تھا تو اُس نے دن کے کام کی گرون توڑنے کے لیے
 (جیسے وہ اپنی اصطلاح میں کہا کرتا تھا) کافی کام کر لیا ہوتا تھا۔ کھانا کھانے
 کے بعد تقریباً دو گھنٹہ تک وہ اپنے تنہا کام میں اور مصروف رہتا تھا۔ اور
 دوپہر کے بعد وہ بالکل فارغ ہو جاتا تھا۔ اگر موسم خراب ہوتا تو وہ تمام دن اپنی
 ہی محنت میں ہمہ تن مشغول رہتا تھا مگر عام قاعدہ یہ تھا کہ وہ ایک بجے گھوڑے
 پر سوار ہو کر باہر چلا جاتا تھا اور اگر کبھی رات کو دور کا چکر لگانے کی تجویز ٹھہراتا تو
 دس بجے چل کھڑا ہوتا تھا۔ برسات کے دنوں میں اُس کا لگاتار مطالعہ جیسے کہ
 وہ خود کہا کرتا تھا اُس کے ذخائر کے واسطے بہت مفید ہوتا تھا۔ جن کا کچھ حصہ وہ
 ایام میں اپنی سیر کے واسطے لے لیا کرتا تھا جب کہ آفتاب خوب روشن نکلتا تھا
 اللہ اس پلنی کو جب تک ایک شخص پڑھ کر نہ سنانے والا نہ ہوتا تھا وہ
 کھانا کھانے نہیں بیٹھتا تھا اور جب پڑھنے اور نوٹ کرنے کے لیے پورا سامان
 سامان ہوتا تھا وہ سفر نہیں اختیار کرتا تھا۔

ہم اس زمانہ کے لوگ سب کی محنت کو ذہن اور خیال میں نہیں لاسکتے۔ مگر وہ
 خود بیان کرتا ہے کہ میں نے فرصت کا ایک لمحہ بھی رائیگان نہیں جانے دیا تھا
 صرف اس کی فراغت کا وقت ہی وہ کتاب بینی میں نہیں صرف کرتا تھا بلکہ ایام
 مصروفیت میں وہ سیر کرتے وقت بھی سوچنے یا کچھ نقل کرنے کے لیے ٹھہراتا تھا

اس کے بہت سے سکون کی وجہ سے صبح کے دربار کا وقت ہے۔

ان تمثیلات سے ہم نے دیکھ لیا ہے کہ وقت کی پابندی سے کیا کیا کچھ ہو سکتا ہے
ہاں پر ہم چند مثالیں ایسے اشخاص کی اور بیان کرتے ہیں جنہوں نے اس تہذیب
دنوی دولت کی بجا قدر دانی کی ہے۔ ہم نے اس کو بہترین و نیوی دولت کہا ہے
کیونکہ جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو صاف طور پر یہی واضح ہوتا ہے کہ جن
لوگوں کو دولت و بخت حاصل تھی وہ کسی اور بزرگ تر و نیوی دولت کے محتاج
نہیں رہے امر اوف النبیاء کی بیش بہا دولت صرف ایک ڈاکٹر کی تصویر تھی
جس کو ایک مصور نے اُن کے باپ کے لیے تیار کیا تھا۔

پیلینی نے جو اپنی تصویر کھینچوائی تھی اُس میں اُس نے مچھلی مارنے کی لگی ہاتھ تین
لے رکھی تھی جس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اُس کو ماہی گیری کا بہت شوق
ہے اور ایسے وقت میں جب وہ مچھلی پکڑنے میں مشغول ہو کوئی آدمی اُس کے پاس
نہ آوے۔ کیونکہ اس سے مچھلی بہک جاتی ہے مگر اصل غرض یہ تھی کہ لوگ اُس
کے پاس آکر اُس کے کام کے خارج نہ ہوں۔ کیونکہ وہ مچھلی پکڑنے کے بہانہ سے
تمام دن تصنیف کا کام کرتا تھا۔ اُس کی تمام تصانیف اسی مشغلہ کے بہانہ سے
کھینچی گئیں۔

میلینچ ظن کے پاس جب اس کے کاہل اور بیوقوف دوست آتے تھے تو وہ
اُس وقت کو لگا لیتا تھا جو وہ ضائع کر جاتے تھے تاکہ تصنیف اوقات کا خیال اُس
کی محنت کا دو چند جوش پیدا کرے اور دن ضائع نہ ہو۔

اور جفا کشیوں کے ایام میں بھی انہیں کے ترجمہ کرنے کا وقت مل گیا تھا۔ مگر اُس
کی کیفیت مختصر بیان ہو سکتی ہے کہ اُس میں ایک ثابت اور مستقل عادت یہ تھی
کہ ہر روز کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔ اس سوال کے جواب میں اُس نے یہ کس طرح پورا
کیا تھا۔ یہ جواب دیا کہ کوئی دن بے کار نہ جانے دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا جو
آپ دیکھتے ہیں۔

میدٹم ڈی جن لیس بیان کرتی ہیں کہ جن ایام میں مین ملکہ فرانس کی خدمت و گارن
میں تھی میرا یہ فرض تھا کہ پندرہ منٹ پیش تر کھانے کے کمرے میں جا کر اپنی بلکہ
کا انتظار کروں۔ یہ پندرہ منٹ ہر روز کچ جاتے تھے میں نے ان کو بے کار نہ جانے
دیا۔ اس کا نتیجہ میری تصنیف کی دو ایک جلدیں ہیں۔

جرمی تنہم مشہور فلسفہ نویس اور مقلد ۱۸۲۲ء میں وسٹ منسٹر میں کوئٹ
سکیئر پلیر میں پچاسی برس کی عمر میں مر گیا جہاں وہ قریب پچاس سال کے
رہا تھا۔ اس بڑھاپے کے آخری وقت میں بھی اس میں عتقوان شباب کی
ذہنی قوت اور نوجوانی کی سادگی اور زود تازگی موجود تھی۔ زندگی کے آخری لمحہ
میں بھی تحمل بردباری اور مسرت قلبی نے اُس کو نہ چھوڑا تھا۔ وہ وقت کا
بڑا پابند تھا۔ وہ لمحوں کی قدر و قیمت کو خوب جانتا تھا۔ اپنی محنت و آرام کے
گھنٹوں کو باقاعدہ طور پر صرف کرتا تھا۔ اس انتظام کا سب سے بڑا اصول یہ تھا
کہ ایک لمحہ کا ضائع ہونا کسی پر آلام مصیبت سے کم نہیں۔ ایک دن یا گھنٹہ کے
نقصان کا پورا ہونا اُس کے نزدیک بعید از امکان تھا وہ ہمیشہ کسی اس قسم کی مصیبت

میدٹم ڈی جن لیس

جرمی تنہم

کی گرفتاری سے بچنے کے لیے بندوبست کیے رکھا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ
 وہ ایک منیٹ کے نقصان کی بھی تلافی کر دیتا تھا اور صفحہ تحریر پر اور کوئی انسانی مثال
 اس قسم کی نہیں ہے کہ کسی شخص نے قولاً فعللاً اور عملاً اس بات کو ثابت کر دکھایا ہو کہ
 انسان کے ایام زلیست محدود ہیں اور یہ کہ دن کے بعد رات آرہی ہے جس میں انسان
 کچھ نہیں کر سکتا۔

وہ مصنف بھی جو دوسروں کی کتابیں پڑھا کیے ہیں ہم کو دو ایک مفید اشارات
 بتا سکتے ہیں۔ بنی جانسن بین ایک قابل تعریف عادت یہ تھی کہ وہ ان تمام کتابوں کے
 عجیب حصوں کے جنہیں وہ پڑھتا تھا بڑے بڑے خلاصہ لکھتا جاتا تھا اور نکتہ چینی کی
 نگاہ سے اپنی رائے لکھتا تھا۔ بس اس کی بیاض پیش بہا چیزوں کا خزانہ تھی۔
 مانٹگلنی ہر ایک کتاب کے خاتمہ پر جس کو وہ کر رہا تھا پڑھنا چاہتا تھا اس کے
 پڑھنے کا عرصہ اور اس کے اوصاف کی نسبت اپنی رائے کا خلاصہ لکھ لیتا تھا۔
 ”تاکہ“ وہ کہتا ہے۔ ”مصنف کتاب کی روش اور عام خیال جو پڑھتے وقت
 میرے ذہن میں آئے ہیں ان کو بیان کر سکوں“ ہمارے پاس اس کی کئی
 تحریرات ہیں۔

جیمز ہینگ نامی شاعر کی ایک مشہور بات ہے کہ جب وہ کتاب کو پڑھتے ہوئے کسی محل
 گذار مقام پر پہنچتا تھا تو اس ورق کو وہ توڑ دیتا تھا۔ اس کی وفات پر اس کے
 کتب خانے سے ایسی کتابیں بہت نکلی تھیں جن کے ورق ٹوٹے ہوئے تھے
 اس طریقہ کی نسبت ڈی اسٹیلی یہ رائے دیتا ہے کہ یہ اتنا مفید نہیں ہے جس قدر
 کہ آسان ہے کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد ان کو پھر دکھا جاسکے کہ ان میں کون

پڑھنے کا نسخہ
 بن جانسن
 مانٹگلنی

ورق پر اس قسم کے صفحات کو مع اپنی مختصر رائے کے لکھ لینے ہیں۔

والثانی

والثانی کا معمولی طریق کتاب کے پڑھنے کا یہ تھا کہ اُس کے تمام عیب و ضروب کو اسی کے صفحوں پر لکھتا جاتا تھا۔ مگر وہی اس بات کی شکایت کرتا ہے کہ جو کتاب وہ اُس سے مانگ کر لے جاتا تھا۔ نشانوں اور یادداشتوں سے خراب کر کے پس دیتا تھا۔

یعنی کا

سینی کا نے جب ایک دفعہ اپنے ایک دوست کو سی اس کو چند کتابیں دیکھنے کے لیے بھیجیں۔ تو اُن کے مشہور اور مفید مقامات پر نشان کر دیے اور لکھا کہ ”تم لوگ جو صرف مفید امور کو دیکھا چاہتے ہو اس سے تمام کتاب کے پڑھنے کی تکلیف سے بچ جاؤ گے“ سینی کا ہمیشہ کتاب یا قلم کے ساتھ مصروف رہتا تھا وہ اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ ”میں نے اپنی زندگی کا ایک دن بھی ایسا نہیں گزرنے دیا جس میں کچھ لکھا نہ ہو یا پڑھا نہ ہو یا کسی اور مصنف کی کتاب کا خلاصہ نہ کیا ہو“

تصنیف میں راز

ان مصنفوں کا طریق تصنیف بھی اُن کی زندگیوں کے واقعات سے کچھ کم مختلف اور دل چسپ نہ تھا۔ علمی سوچاوت میں اُن کے مختلف طریق کی تواریخ بڑی دل کش اور مفید ہے۔

مطلوب۔ الفری

صلوات اپنی متبرک غیبی صداوں کے پیدا ہونے کے لیے باجمہ سنا کرتا تھا۔ الفری بھی باجمہ کی طرف ہی راغب تھا وہ لکھتا ہے کہ ”بہرہ تمام نقلوں کے مضمون یا تو باجمہ کے عمل ہی ہیں میرے ذہن میں صورت پذیر ہو جاتے تھے یا اس سے چند گھنٹہ بعد“

کیونکہ کاسوچنے کا دل پسند الہ اس کی ساری بھی مخلوق پرورد
 فراموشی طاری رہتی تھی اور محویت کے عالم میں سازگی کے تاروں پر اُس کا ہاتھ
 چلتا جاتا تھا درآن حالے کہ اُس کا تصویریاں میں آنے والے موقعہ کے واسطے
 اُس کی ذہنی قوی کی عقدہ کشائی کر رہا ہوتا تھا لارڈ بایرون کا نفع الہام سب سے
 نرالا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ”وہ چیز جو مجھ میں اعلیٰ درجہ کی قلبی حرارت پیدا کرتی ہے۔
 سالش رکھی نکون کا مجموعہ کی ایک خوراک ہے۔ مگر کوئی شخص اُن کو شہیدین
 و شراب کی طرح نہیں استعمال کر سکتا ڈرائیڈن بھی تصنیف شروع کرنے سے پیش
 روا کھالیتا تھا بیز سے جب ہم یہ روایت سنتے ہیں کہ وہ اپنے کورس کا مطالعہ پورا
 کرنے کے لیے حکیم سے ایک نسخہ تیار کر لیتا تھا۔ تو بے اختیار ہی آجاتی ہے۔ وہ
 لکھتا ہے کہ جب میں کسی نازک اور اہم کام کے پورا کرنے کا ارادہ کرتا تھا تو پہلے
 مسہل کر لیتا تھا اور پھر قصہ کھلوا دیتا تھا کیونکہ جب تم کو خیالات کی خالص تیزی
 اور تصور کی تیز پروازی درکار ہو تو اندیشہ منہ حصہ کا خارج کر دینا ہی لازم ہے سب
 سے عمدہ تو یہی ہے کہ جلاب کر ڈالا جائے لڈ موٹی نامی حکیم بھی ڈرائیڈن کی اس
 عادت کا ذکر کرتا ہے مگر اس کو شاعرانہ خیالات یا خصوصیات پر مبنی نہ سمجھنا چاہیے
 یہ ایک اس کی نچتہ عادت ہو گئی تھی اس لیے اس عمل سے اس کے دل اور جسم کو
 راحت اور آرام معلوم ہوتا تھا۔

برٹن اپنے پاس ایک بیاض رکھتا تھا جس کے مضامین اناٹمی اوف میلنگلی
 نامی کتاب کے واسطے جمع کرتا تھا تمام سن فلد جو ہر شخص کو یہی نصیحت کرتا تھا
 بیاض یا س رکھتا تھا بادھتیس۔ ٹرنی بیٹیس۔ سکالپ گہ اور مت سے مشہور

کو اسی عمل سے علمی جواہرات سے سجایا تھا۔ ایسا ہی سودی نے کیا اور وہ ڈاکٹر،
 نامی کتاب اس کا نتیجہ تھی بنٹلی تمام کتابیں چوڑے حاشیوں والی خریدتا تھا
 اور پڑھتے وقت مفید امور پر نشان کر دیتا تھا اور اس طریق سے نقص حافظہ
 کی تکمیل کرتا تھا۔ پود جس نے اس کے نتائج شائع کیے ہیں اگلاڈ ویکفیلڈ اور
 کالوج نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ پوپ ہمیشہ سامان فراہم کرتا تھا اور جب
 کوئی نیا خیال اُس کے دل میں پیدا ہوتا تھا وہ فوراً لکھ ڈالتا تھا۔ گو وہ کسی عام
 مجمع میں گفت و گو کر رہا ہو۔ وہ تمام رات گھنٹیاں بجا بجا کر اپنے نوکروں کو جگاتا
 رہتا تھا کہ اُس کے لکھنے کا سامان لے آؤں شریڈان اور فوٹ کسی نکتہ کی تلافی
 ہر وقت چوکنے پھرتے تھے ایڈلین اپنے خطبات کے لیے نوٹ کرتا رہتا تھا جاسن
 اپنی کتاب "ریبلو" کے واسطے اس طریقہ کا پیرو تھا اور ہوگا مرقطہ اپنے
 ناخن پر وہ شکل بنالیتا تھا جو اُس کو عجیب دکھائی دیتی تھی اس عمل سے اُس
 نے اپنے تصویر خانے کی عجیب و غریب تصویریں بہم پہنچالی تھیں۔

تقریباً تمام مشہور مصنف اس بارے میں بہت سرگرم رہے ہیں کہ جو خیال اُن کو
 آرٹتی ہوا میں بھی سوچھا اُس کو جھٹ قلم بند کر لیا۔ پوپ اور سوفٹ جب دیہات
 میں باہم مل کر رہتے تھے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر متخیل لوگ اُن خیالات کو جو کھیتوں
 اور میدانوں میں پھرتے ہوئے اُن کو سوجھیں ضائع نہ ہونے دیں تو اُن میں
 اکثر خیال ایسے عجیب اور نادربابت ہوں جو بے حد اندازہ غور و تامل کے بعد
 ذہن میں آتے ہیں۔ انھوں نے اتفاق ہو کر اس بات کا امتحان کرنے کی تجویز کی

کہ جو خیالات پھرتے ہوئے از خود دل میں آدین لکھ لیے جائیں اس طریق سے وہ بیش بہا خیالات سے مستمتع ہو گئے جو "پوپ اینڈ سرفٹن" مسئلے نہیں، نامی کتاب میں جمع ہیں۔

لامرڈ بیکن کی ری سیس رمایقی میں ہم ایک ایسا کاغذ پاتے ہیں جس کا نام "بے ساختہ خیالات کا مجموعہ" جو بہ نظر افادہ لکھے گئے "ہے" والڈائیڈ کے بستر کے پاس سیر پر وقت فلم دوات مع ایک ٹکڑے کاغذ کے پڑی ہوئی نظر آتی تھی اُس کی کتابوں کے حاشیہ "ناگاہ آمدہ خیالات" سے پُر ہوتے تھے ہیڈن بڑی احتیاط کے ساتھ اُن خیالات کو درج بیاض کرتا تھا جو پھرتے ہوئے یا مجالس میں بیٹھے بیٹھے اُس کے دل میں گزرتے تھے۔

ونکل مین اپنی "ہسٹری آف آرٹ" میں جو ایک وسیع تصنیف ہے کسی ایک جدید خیال کے طے کرنے میں مدت تک غرق رہا تھا۔ اُن مصوروں کی طرح جو اپنے پہلے خیالات کا ایک بے کار خاکہ کھینچ لیتے ہیں وہ اُن مقامات اشارات اور خیالات کو جو پڑھتے ہوئے کارآمد معلوم ہوتے تھے کاغذ پر لکھتا جاتا تھا بے شک اکثر ان میں سے اُس کی ہسٹری (تواریخ) سے غیر متعلق ہوتے تھے۔ مگر بعد ازاں کسی اور مضمون کے لکھنے میں اُن سے کام لیا جاتا تھا سیلڈ کے فقرے بر محل اور فی البدیہہ نہوتے تھے مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بڑی محنت اور جان فشانی کے ساتھ کی ہوئی اُن نوٹوں کی تشریح ہوتی تھی جو وہ متواتر جمع کرتا رہا تھا لیونارڈ ڈی وینسی کے پاس بہت سی چھوٹی چھوٹی کتابیں تھیں جن کو وہ ہر وقت کمر سے باندھے رہتا تھا تاکہ جس آن میں کوئی بات قابل یادداشت سوچھے اُن میں درج کرے۔

ایک مضمون سے جویش دلا گیا

ایڈک ڈی اسرائیلی لکھا ہے کہ فاضل انخاص کے مطالعون کا یہ ایک
مشہور واقعہ ہے کہ ”تصنیف شروع کرنے سے پیش تر اپنے پسندیدہ استادان
شعخ کے خیالات سے اپنے خیالات کو جگالیتے تھے۔ مقناطیس کے چھونے سے
مقناطیس ہو جاتے ہیں مسٹر میٹھن نے گری کی ایک کیفیت بیان کی ہے
کہ وہ کبھی نظم لکھتی نہیں شروع کرتا تھا جب تک پندر کے کلام نہ پڑھ لیتا تھا۔
باسویٹ کو جب کبھی مرثیہ لکھنا پڑتا تھا تو کسی روز تک تنہا بیٹھ کر ہوس کا کلام مطالعہ
کرتا رہتا تھا۔

پوچی کی نسبت یہ بیان کرتے ہیں کہ اُس نے کوئی اعلیٰ درجہ کا کلام لکھنا اُس
وقت تک نہیں شروع کیا جب تک کہ ہوس کی نظم سے ان کلیز کی نقل کو پڑھ کر اپنی
طبیعت کو شگفتہ نہ کر لیتا تھا۔

جب کلیرنڈن تواریخ لکھنے میں مشغول تھا تو وہ ہر وقت لوی اور لے سی
ش۔ کی کتاب کا مطالعہ کرتا تھا۔ ایک سے اس نے وہ دریا صفت طرز تحریر کیا
اور دوسرے سے تصویر کی سی رنگ آمیزی مریوی کے طرز بیان کو وہ نہ پہنچ سکا
مگر رنگ آمیزی میں ٹی سی ش۔ سے سبقت لے گیا۔

سرو لیم جونسن ہر سال بلاناغہ سسر کے کلام کو پڑھتا تھا جس کی زندگی اُس کی
زندگی سے تقریباً بالکل مشابہ تھی ایڈک ڈی اسرائیلی کہتا ہے کہ سسر و کے
کلام نے اور لوگ بھی شہید اور والہ تھے آخر کلڈ سے جب کسی شخص نے رافیت
کیا کہ عمدہ طرز کلام پیدا کرنے کا کون سا طریق ہے تو اُس نے سسر و کا کلام
پڑھنے کی ہدایت کی۔ لیکن سائل نے مکر پوچھا کہ سسر و کا کلام لاطینی زبان میں

ہے اور مجھے فراموشی زبان میں کلام لکھنا ہے تو اس کے پھر یہی جواب دیتا ہے۔
سینس و کے کلام کو زیادہ عرصہ تک پڑھو۔

سینس و بیان کرتا ہے کہ سیرے کلام میں یہ چارو بیانی لاطینی اور یونانی زبان
کی نظم کے متواتر پڑھنے سے پیدا ہوتی تھی۔

یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ڈی مانسٹھن نے طقیوسی ڈائیٹ کی توارخ کو اس
غرض سے نقل کیا تھا کہ اُس کے طرز کلام سے ربط پیدا کرے۔

اسی طرح بے شمار اور بے تعداد مثالیں اُن لوگوں کی ہیں جنہوں نے سلیقہ تحریر
حاصل کرنے کے لیے دوسرے مشہور مصنفوں کی تصنیفات کا مطالعہ مختلف
طریق سے کیا۔

گونڈنی کے دماغ میں جب کثرت مطالعہ سے پریشانی آجاتی تھی اور سونہیں سکتا
تھا تو اُس نے نیند کا ایک عجیب نسخہ تجویز کیا تھا کہ وینیشیئن زبان کی ایک لغت
لکھنی شروع کر دیتا تھا یا شکن اور فرسہج زبان میں کچھ لفظ ترجمہ کرنے لگتا
تھا چون کہ یہ کام بہت بے لطف ہوتا تھا۔ اُس کی طبیعت کے اصلی جوش بند ہو جاتا
تھے اور پڑ کر سو جاتا تھا۔

ایوی لن جس نے مختلف مضامین پر سالہ لکھے ہیں سال ہا سال تک اُن میں مصروف
رہا اُس کی ترتیب مضامین اور تصنیف کا طریقہ نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔
ایک مضمون کو منتخب کر کے وہ اُس کے کئی حصہ کر دیتا تھا اور ہر حصہ کا علیحدہ عنوان
قائم کرتا تھا۔ ان عنوانوں کے نیچے وہ اپنے خیالات جمع کرتا تھا۔ اور مطالعہ کے
وقت جو امور مفید نظر آتے تھے اُن کو ترتیب وار لکھتا تھا۔ اس طرح جب وہ ذخیرہ

مختلف مصنف

گونڈنی

ایوی لن

بن کر یہاں کو پہنچا دیا اس کے مطابق باقاعدہ طور پر اس میں مرید لکھا
تھا اور اپنے کلام کے زیادہ پر زور بنانے کے واسطے مستندین مصنفوں کے
اقوال اور مستندات نقل کرتا تھا۔ فقط۔

باب ہفتم

کیا پڑھنا چاہیے اور کیوں کرو؟

کتابوں کا ایک پروفیسر ہونا چاہیے۔ دنیا کی مشہور کتابیں۔ کتب ترجمہ کا پڑھنا۔ پڑھنے والوں کو نصیحت۔ گبن کی رائے پڑھنے پر۔ پڑھنے کی نسبت ایک جدید خیال۔ پڑھنے پر کامرڈ ٹیکن کی رائے۔ پڑھنے پر ڈاکٹر وائٹسن کی رائے۔ خوش قسمت طالب علم۔

دنیا کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔ مگر اس قدر کتابیں ان میں ایسی ہیودہ اور بے کار ہیں کہ پڑھنے کے قابل ہی نہیں اور نہ روان ایسی ہیں کہ اگر ان کی ضرورت کا زمانہ نہ گزر گیا ہوتا تو عمدہ کتابیں کہلاتیں۔ مگر اب وہ بھی ویسی ہی بے کار ہیں۔ بعض کتابیں ایسی ہیں جو کسی خاص علمی نگاہ سے قابل قدر کی جاسکتی ہیں مگر ہر ایک شخص کے مطالعہ کے لائق نہیں ہیں صرف وہ لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو کسی خاص سائنس یا پیشہ کے درپے تحصیل ہیں۔

تاہم چند مستند کتابیں ایسی بھی ہیں جو ہر ایک شخص کے مطالعہ کے لائق ہیں خواہ وہ کوئی سا پیشہ رکھتا ہو۔ اور علم کی ترقی اور تصنیع اوقات سے بچنے کے لیے طالب علم کو اس سے زیادہ فائدہ بخش کوئی چیز نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک ایسا لائق دوست رکھتا ہو جو کتب مطالعہ کا انتخاب اس کے واسطے نہایت موزونیت

کتابوں کا ایک پروفیسر ہونا چاہیے

سے کروے۔ ہمارے مدارس اور کالجوں میں کتب خانہ جات موجود ہونے لگے ہیں
مگر بڑی قسمتی سے کتابوں کا پروفیسر وہاں کوئی نہیں ملتا۔ حال آنکہ اس کی زیادہ
ضرورت ہے۔

حقیقی مشہور کتابوں کی نسبت تو یہ قطعی فتویٰ ہے کہ وہ تمام و کمال پڑھی جانی
چاہئیں۔ وہ چند گنتی کی کتابیں ہیں امرسن امریکہ کا ایک مشہور قاضی بیان
کرتا ہے کہ میں کتب خانوں میں بہت کم جاتا ہوں اور کبھی ایسا اتفاق
ہو جاتا ہے تو میں اپنے اس خیال کو اور زیادہ مضبوط کر کے واپس آتا ہوں کہ
تمام عمدہ کتابیں میرے گھر کے مطالعہ کے کمرے میں موجود ہیں۔ کسی فہرست کتب
کا مطالعہ مجھے انھیں مستند مصنفوں کی طرف واپس لے جاتا ہے جو ہر ایک پر ان
کتب کا گاہ میں موجود ہیں۔ اس میں کوئی انفرادی شکل ہو سکتی ہے بے شمار
کتابیں یا تو عیب ہیں یا مدت سرائے ہیں یعنی وقت کی بلند صداؤں کو
کوئینج میں ہوا بھرنے والی ہیں یا ان کی ضعیف کرنے والی۔

امرسن کہتا ہے کہ مجھے تمام عمدہ کتب کا ترجمہ پڑھنے میں کچھ نال نہیں ہے جو کچھ ایک
کتاب میں فی الحقیقت عمدہ ہے وہ قابل ترجمہ ہے اطالین نے مترجم کو مطعون کیا
ہے مگر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے کوئی کتاب لاطینی۔ یونانی۔ جرمن
اطالین بلکہ فرینچ کی بھی اس کی اصلی زبان میں نہیں پڑھی جس کا ایک عمدہ ترجمہ
اپنی زبان میں مل سکا ہو۔ میں اس عظیم القدر انگریزی دار الخلافت کی زبان کا احسان
مند ہوں جو ایک ایسا سمندر ہے جس میں تمام زیر آسمان بسنے والے ممالک کے
دراگر گئے ہیں۔ جو کتابوں کا ترجمہ مجھے اپنی مادری زبان میں مل سکتا ہے ان کو

ایسی مشہور کتابیں

ان کے ترجمہ کا احسان

پھر اس کتاب پر سے لکھیں چھ ان میں سے کسی ایک سے
 اب کی جب بوسٹن کو جان تو دیا ہے چارلس سے تیر کر پارتون ۔
 اس بات کو یقین مان لو کہ کمینہ کتابین نہ پڑھنی چاہئیں اور پریس کے
 انڈون سے جو تازہ بچے نکلتے رہتے ہیں ان کے شوق کو ترک کر دو۔ اس کے پڑھنے
 کی کچھ ضرورت نہیں جو تم بغیر دریافت کرنے کے گلی میں یا گاڑی میں سنا لو گے
 ڈاکٹر جانسن نے کہا ہے کہ میں ہمیشہ مکلف اور آراستہ دکانوں میں جایا کرتا تھا
 اور اچھے سا فرمیشہ عمدہ سراون میں ٹھہرتے ہیں صبح وہاں زیادہ پڑتا ہے مگر عمدہ
 صحبت اور اچھی تحریر وہیں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح ایک عالم خوب جانتا ہے کہ
 مشہور کتابین اول سے آخر تک عمدہ خیالات اور واقعات سے پُر ہوتی ہیں۔
 گبن نے اپنے مطالعہ کے خاتمہ پر ایک مضمون بہ عنوان ”میرے مطالعہ کا خلاصہ“
 لکھا ہے۔ اس میں سے چند مفید اشارات ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔
 ”ڈیوک آف ووفی نے لوئیس چودھویں سے کہا تھا کہ پڑھنا دل کے لئے وہ
 شے ہے جو آپ کے تیر مری داہر دن کے لئے ہیں فی الواقع یہ دل کی غذا ہے کیونکہ
 پڑھنے سے ہم اپنے خالق۔ اس کی مخلوق اور خصوصاً اپنی ذات اور ہم جنسوں کو
 پہچان سکتے ہیں۔ مگر اس غذا کو زمین تبدیل ہوتے بھی کچھ دیر نہیں لگتی سلمی اس نے
 اسی قدر پڑھا تھا جس قدر کہ گدوئی اس نے شاید اس سے بھی زیادہ مگر ان کے پڑھنے
 کے مختلف طریق نے ایک کو مذہب فلیسون بنا دیا اور دوسرا سوائے بدناماشی اور فضیلت
 کے پوچ گھنڈ کے اور کچھ نہ حاصل کر سکا۔
 ”ہم کو باقاعدہ طور پر پڑھنا چاہیے اور پڑھنے کا ایک خاص مقصد قرار دینا چاہیے

پڑھنے والوں کو نصیحت

کتب کی پراپرٹیز

اس فائدے کی صحت پر اگر برسرِ برے مطالعہ مستون کے ناواقفیت سے دولت اٹھائی ہے۔ وہ لوگ جلدی میں زخمین لگاتے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون پر کودتے پھاندتے چلے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیالات کو مجتمع کرنے کے ناقابل ہیں۔

”ہم کو کیا پڑھنا چاہیے؟ یہ بھی ایک سوال ہے جس کا جواب ہر ایک شخص اپنے پسندیدہ مضمون کے لحاظ سے آپ دے دے گا۔ ایک عام نصیحت جس کے دینے کی میں جرات کر سکتا ہوں وہی ہے جو پلنی نے دی ہے کہ زیادہ پڑھنا بہ نسبت بہت چیزیں پڑھنے کے اچھا ہے، اول عمدہ تصانیف کا ایک پسندیدہ انتخاب کر لینا چاہیے اور اُن کو بار بار پڑھنا چاہیے یہاں تک کہ طبیعت مضمون اور زبان سے بہ خوبی مانوس اور آشنا ہو جائے۔ میں مشہور اور معروف مصنفوں کی نسبت مختصر طور پر اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ رے زنی میں وہی مصنف بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے مفید حقائق سے اپنی کتب کو سجایا ہے۔ جنہوں نے تمام قسم کی حقائق کو دریافت کیا ہے اور قصہ مختصر یہ کہ جنہوں نے پرانی لکیر کا پتہ ترک کر کے غلطی میں تنہا رہنا اُس سے افضل سمجھا ہے کہ ایک انبوہ کا ساتھ صداقت کی دلیل ہو۔ ایسے مصنف ہمارے خیالات کی تعداد کو بڑھاتے ہیں اور اُن کی غلطیاں بھی اُن کے نشیون کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

کتاب ”اسٹیکچرل لائف“ کا مصنف ہمارے اس مضمون کی نسبت ایک جدید خیال ظاہر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ”پڑھنے کا فن ایک قسم کا عاقلانہ عبور ہے۔ ان ایام میں تو کتب خانوں کے کتب خانے عبور کے جاسکتے ہیں جب کہ اُن کے نتائج ہماری موجود

یہ نکتہ کی نسبت ایک

کتاب علوم میں بغیر بنیاس اصول میں سے ہیں۔ اس میں کون سے کون سے علوم
متعلقہ اور غیر متعلقہ مضامین پر گزرتے جائیں جو کچھ اپنے مطلب کا دست یاب ہو جائے لیکن
مگر کوئی بیرونی راہ نمائی اس میں ہماری معاونت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ سوچے
ہمارے اور کوئی نہیں بوجھ سکتا کہ ہماری طبیعت کو کون سی شے کی طلب ہے۔ ہر ایک
اخبار میں جو ہم دیکھتے ہیں ایک چھوٹا سا ٹکڑہ پڑھنے کے قابل ہوتا ہے جس میں فن اسی کا نام
ہے۔ اس ٹکڑے کو تمام پر اپنا وقت ضائع کرنے کے بدون نکال لیں۔

لاہر ڈبیک بھی پڑھنے کی نسبت ایک عمدہ نصیحت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض
کتابیں صرف چکھنے کے لئے ہیں بعض نگل جانے کے واسطے۔ اور بعض جگالی کے
جانے کے قابل ہیں اور بعض مضامین کیے جانے کے لائق۔ یعنی بعض کتابوں کے
بعض حصہ پڑھنا چاہیے۔ بعض پورے طور پر پڑھنا چاہیے۔ اور بعض چاہیے۔ بعض
مکرر کر پڑھنا چاہیے اور بعض توجہ اور دل چسپی سے مطالعہ کرنی چاہیے۔ بعض
کتابیں۔ دوسروں کی وساطت سے پڑھی جانے کے لائق ہوتی ہیں یعنی اُن
کے وہ خلاصہ پڑھنا چاہیے جو اور لوگوں نے لکھے ہیں۔ پڑھنا کا اہل آدمی بنانا ہے
سباحۂ مستعد آدمی۔ اور لکھنا۔ ایک صحیح آدمی۔ پس اگر ایک آدمی کم لکھے تو اُس کو
قوی الحافظہ ہونا چاہیے اگر کم بحث کرے تو طبع رسا رکھنی چاہیے اگر کم پڑھے تو زیادہ
مکار ہونا چاہیے تاکہ اُن پیروں کا اپنے آپ کو عالم دکھانے کے جو فی الواقع وہ نہیں جانتا۔
تواریخ سے آدمی دانا ہوتا ہے۔ اشعار سے سخن گو۔ ریاضی سے تیز فہم۔ نیچرل فلسفہ
سے گہرا۔ اخلاق سے سنجیدہ۔ اور منطق سے مجتہد۔

پہلی کتاب ہے کہ کوئی کتاب ایسی بُری بھی نہیں ہو سکتی کہ اُس میں کچھ نہ کچھ خوبی

پڑھنے پر لاؤ اور بنیں لی رائل

ہو۔ والسن سمجھتا ہے کہ ہر ایک کتاب کا دیباچہ اور صمیمہ پڑھنا چاہیے کہ وہ
کتاب کے حالات کا آئینہ ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر والسن کتاب ہے کہ پڑھنے سے ہم نہایت وسعت کے ساتھ دور و نزدیک ممالک کے
زندہ اور مردہ اشخاص کے کاروبار۔ اعمال اور خیالات سے آگاہ ہوتے ہیں اس قدر
آسانی کے ساتھ کہ گویا وہ ہمارے اپنے وقت اور قوم میں موجود تھے جب ہم اچھی
تصنیفات پڑھتے ہیں تو ان خیالات سے آگاہ ہوتے ہیں جو نہایت محنت اور جان
فشانی سے کیے گئے تھے۔

پڑھنے کی نسبت بشپ ہال کی رائے ناظرین کو بہت خوش کرنے والی ہوگی۔
بشپ ہال کہتے ہیں کہ "میں کسی چیز کی نسبت اس سے زیادہ تعجب نہیں کر سکتا
کہ ایک انسان سست کیوں کر رہ سکتا ہے اور خصوصاً ایک طالب علم یا و صفت
اس سب ترقی عقل۔ شیرینی علم۔ گونا گونی مطالعہ۔ اور اس تقاضاے خیالات کے۔
دست کار لوگ جب کام کرتے ہیں تو ہم پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ لوگ
ایک ہی چکر میں دوڑ دوڑ کر تھک جاتے ہیں اور سیر ہو جاتے ہیں مگر ہمارا انتخاب
حد و پایاں ہے۔ اور دن کی محنت کو تفریح کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہماری محنت
ہی ہمارے کام کی تفریح ہے ہمیں کام کی محتاجی کے باعث کبھی انتظار نہیں کرنا پڑتا
کس قدر بے شمار کتابیں ہیں جو آدمیوں نے ہزار زبان پر لکھی ہیں! کس
قدر بے شمار جلدیں ہیں جو خدا نے اس دنیا کے لکھی ہیں! ہر ایک مخلوق جن کا
ایک حرف ہے اور ہر دن ایک نیا صفحہ ہے! کون سا شخص ہے جو ان کے مطالعہ
سے تھک جائے گا؟ نظم میں جو لطافت ہے۔ فلسفہ میں جو دور بینی ہے۔ ریاضی میں

بعض پروگراموں کی کتاب

خوش قسمت

جو تیز فہمی ہے۔ تواریخ میں جو عجائبات ہیں۔ فصاحت میں جو تسیری ہے۔ کون شخص
 ہے جو اس علم کے خطے بے خود نہ ہو جاوے گا؟۔ آؤ ہم آنکھیں کھول کر دیکھیں!
 کیا ہمارے خالق کی کتاب میں کوئی ایسا صفحہ ہے جو مطالعہ کے قابل نہیں ہے؟
 کون سا مخلوق ہے جس نے اس کے معجزات نہیں دیکھے؟ کون سا واقعہ ہے
 جو ہمارے مشاہدے کو کشمکش میں کر رہا ہے؟ کس قدر مصروف و متذلل ہیں
 جو قیمتی وقت کو خوش باتوں میں گزار دیتی ہیں اور رات کے جلد گزر جانے کی
 شکایت کرتی ہیں! کون سا نامہ مدلل ہے جو فاضل مصنفوں سے باتیں کرتے کرتے
 تھک جاوے گا جو ایسے بے ضرر اور خوش گوار دوست ہیں۔

لوگ ہم کو حقیر سمجھیں جب ہم کو حقیقی مسرت حاصل ہے تو ہمارے پاس کوئی وجہ
 اُن سے حسد کرنے کی نہیں ہے ہم اس سے بہتر اور کیا ہونے کی خواہش کر سکتے
 ہیں جو کچھ کہ اب ہیں؟ علاوہ اس کے اور تمام قسم کی خوشیاں پر تکلیف ہیں اور صرف
 خاتمہ ہی اُن کی تلافی ہے لیکن علم کی تلاش ہی خود خوشی ہے خود مطالعہ ہی ہماری
 زندگی ہے اور ایک دنیا کے عوض میں بھی ہم اسے نہیں فروخت کریں گے پس
 مطالعہ ثمر اور علم کا وقوف کیسا شیرین ہے جس روح نے ایک دفعہ اس کا مزہ چکھ لیا،
 وہ تمام دنیوی عیش و عشرت کو بیچ اور بے قدر سمجھے گا۔

ڈاکٹر کینگ کہتا ہے کہ کتابوں میں دنیا کے بڑے آدمی ہم سے باتیں کرتے ہیں
 اور ہم کو اپنی نہایت بیش قیمت خیالات دیتے ہیں کتابیں ہم سے دور رہنے والے
 لوگوں اور مردوں کی آوازیں ہیں۔ کتابیں سچی مصلح ہیں وہ اُن آدمیوں کو جو
 انہیں ایمان داری سے استعمال کرتے ہیں ہماری نوع کے عمدہ تر اور بزرگ تر آدمیوں

کی مجلس اور صحبت میں لے جاتے ہیں۔ کچھ پروا نہیں اگر میں غریب ہوں یا کچھ پروا
 نہیں اگر میرے زمانے کا اقبال میری تاریک جھوٹری میں نہ آئیگا۔ اگر عالم اور شاعر
 میرے گھر میں آکر سکونت اختیار کریں گے۔ اگر ملٹن میرے دروازے سے آکر مجھے
 پیریدائیں گا کر سنائے۔ اگر شیسکیئر عالم تصورات اور انسانی دل کے عمل میں مجھے
 لے چلے۔ اگر فرینکلن اپنی عملی داناہی کی دولت سے مجھے مالا مال کر دے تو میں کبھی
 کسی دانا دوست کے نہ ہونے کا غم نہ کروں گا اور میں ایک مہذب آدمی ہو جاؤں گا
 گو مجھے اُس میں جسے یہاں کی سوسائٹی کہتے ہیں دخل نہ دین..... میں
 جانتا ہوں کہ بعض آدمیوں کو اور خصوصاً دست کاری کی محنت کرنے والوں کو کتاب
 پر توجہ قائم کرنا کس قدر محال ہے مگر اُن کو اس مشکل پر غالب آنے کی کوشش کرنی
 چاہیے اُن کو بہت ہی دل چسپ مضامین یا اُن کے ساتھ مل کر پڑھنا چاہیے جن کو
 وہ محبت کرتے ہیں کوئی چیز دنیا میں کتابوں کا بدل نہیں ہو سکتی۔ یہ تنہائی بیماری
 اور غم میں دل توڑ اور رفیق ہوتی ہیں۔ دونوں بزرگ کمون کی دولت اُس نیکی کے
 مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی جو وہ پہنچاتی ہیں۔ پس اگر ممکن ہو تو ہر ایک شخص کو چند
 کتابیں اپنے گھر میں جمع کرنی چاہئیں۔ اور اپنے اور کنبہ کے واسطے کسی سوشل کتب
 خانے میں رسائی حاصل کرنی چاہیے۔ قریباً تمام عشرت کے سامان اس پر سے
 قربان کر دینے چاہئیں۔ فقط۔

